اسلام میں

مالی معاملات

Shaykh Pod BOOKS

Shaykh Pod URDU

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

اسلام میں مالی معاملات

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

اسلام میں مالی معاملات

پہلا ایڈیشن۔ 07 مارچ 2025۔

کاپی رائٹ ©2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

اسلام میں مالی معاملات

باب 2 - البقرہ، آیات 261-266

باب 2 - البقرہ، آیات 267-274

باب 2 - البقرہ، آیات 275-281

باب 2 - البقرہ، آیات 282-283

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

مندرجہ ذیل مختصر کتاب اسلام میں کچھ مالی معاملات پر بحث کرتی ہے، جیسے خیرات، حلال اور ناجائز کاروبار۔ یہ بحث قرآن مجید کے باب 2 البقرہ، آیات 261-283 پر مبنی ہے:

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اپنا اجر (بڑھا دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی نصیحت یا کوئی تکلیف نہیں دیتے ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف ہو۔ اور اللہ بے نیاز اور بردبار ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کی مثال اُس [بڑے [ہموار پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو اور وہ موسلا دھار بارش سے ٹکرا جائے جس سے وہ ننگا ہو جائے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا اس میں سے وہ کچھ بھی رکھنے سے قاصر ہیں۔ اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضامندی اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہے جس پر موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو اس کا پھل دوگنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس پر موسلا دھار بارش نہ بھی ہو تو ایک بوندا باندی [کافی ہے[۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کھجور کے درختوں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں جس میں اس کے پاس ہر پھل ہو؟ لیکن وہ بڑھاپے میں مبتلا ہے اور اس کی اولاد کمزور ہے اور اس پر آگ لگی ہوئی آندھی کی زد میں آکر جل گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔ اور اس میں سے عیب دار کی طرف متوجہ نہ ہو ، [اس میں سے [خرچ کرو جبکہ تم اسے بند آنکھوں کے بغیر نہیں لیتے۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔ شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً بہت زیادہ بھلائی دی گئی۔ اور عقل والوں کے سوا کوئی یاد نہیں کرے گا۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں؛ لیکن اگر تم انہیں چھپا کر غریبوں کو دے دو تو

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور وہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں دور کر دے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری تم پر نہیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم)مومنوں (خرچ کرتے ہو وہ تمہارے لیے ہے، اور تم اللہ کی رضا کے لیے خرچ نہیں کرتے۔ اور تم جو مال خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔]صدقہ [ان غریبوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، جو زمین میں چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ ایک جاہل]شخص [ان کی تحمل کی وجہ سے انہیں خود کفیل سمجھے گا، لیکن آپ انہیں ان کی]خصوصیت [نشانی سے پہچانیں گے۔ وہ لوگوں سے مسلسل]یا بالکل بھی [نہیں پوچھتے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔ جو لوگ اپنا مال رات اور دن چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ وہ کھڑا ہو جسے شیطان پاگل پن میں مار رہا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سود کی طرح ہے۔ لیکن اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت حاصل ہو گئی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو ہو چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ لیکن جو لوگ)سود یا سود کی طرف (لوٹیں گے وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ ہر ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے]تمہارے خلاف [جنگ کی خبر دی جائے۔ لیکن اگر آپ توبہ کرتے ہیں تو آپ کو آپ کا پرنسپل مل سکتا ہے -]اس طرح [آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا اور نہ ہی آپ پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی تنگی میں ہے تو]قرض کو [آسانی کے وقت تک موخر کر دیا جائے۔ لیکن اگر تم)اپنے حق سے (صدقہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم ایک مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاہدہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ لہٰذا وہ لکھے اور جس پر واجب ہے]یعنی مقروض [لکھے۔ اور وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ چھوڑے۔ لیکن اگر فرض کرنے والا محدود فہم یا ضعیف ہو یا خود حکم نہ دے سکے تو اس کا ولی عدل کے ساتھ حکم دے۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ لے آؤ۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ مانتے ہو - تاکہ اگر ان میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور اسے لکھنے میں تنگ نہ ہوں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی]مخصوص [مدت کے لیے۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ اور دلیل کے طور پر زیادہ مضبوط ہے اور آپ کے درمیان شکوک و شبہات کو روکنے کا زیادہ امکان ہے، سوائے اس صورت میں کہ جب یہ کوئی فوری لین دین ہو جسے آپ آپس میں کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ اسے نہ لکھیں تو آپ پر کوئی قصور نہیں۔ اور جب آپ معاہدہ کر لیں تو گواہ لے لو۔ نہ کسی کاتب کو نقصان پہنچے اور نہ کوئی گواہ۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو

یہ تم میں]سنگین [نافرمانی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر سفر پر ہو اور لکھنے والا نہ ملے تو امانت لے لینی چاہیے۔ اور اگر تم میں سے کوئی دوسرے پر امانت رکھے تو جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے مثبت خصوصیات کو اپنانے میں مدد ملے گی۔ مثبت خصوصیات کو اپنانا دماغ اور جسم کے سکون کا باعث بنتا ہے۔

باب 2 - البقرہ، آیات 261-266

مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ
مِّا۟ئَةُ حَبَّةٍ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾

ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ أَنفَقُوا۟ مَنًّا وَلَآ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾

۞ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى وَٱللَّهُ غَنِىٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا
يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ
لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا۟ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٦٤﴾

وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ
جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَـَٔاتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَٱللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ٢٦٥

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ لَهُۥ فِيهَا
مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ وَأَصَابَهُ ٱلْكِبَرُ وَلَهُۥ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَأَصَابَهَآ إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَٱحْتَرَقَتْ ۗ
كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ٢٦٦

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے)اپنا اجر (بڑھا دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی نصیحت یا کوئی تکلیف نہیں دیتے ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اچھی بات اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف ہو۔ اور اللہ بے نیاز اور بردبار ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کی مثال اُس]بڑے [ہموار پتھر کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو اور وہ موسلا دھار بارش سے ٹکرا جائے جس سے وہ ننگا ہو جائے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا اس میں سے وہ کچھ بھی رکھنے سے قاصر ہیں۔ اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضامندی اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہے جس پر موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو اس کا پھل دوگنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس پر موسلا دھار بارش نہ بھی ہو تو ایک بوندا باندی]کافی ہے[۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کھجور کے درختوں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں جس میں اس کے پاس ہر پھل ہو؟ لیکن وہ بڑھاپے میں مبتلا ہے اور اس کی اولاد کمزور ہے اور اس پر آگ لگی ہوئی آندھی کی زد میں آکر جل گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی اہمیت پر بحث کی ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ثواب، برکت اور ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 261:

’’مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں‘‘۔

انسان کو اس دنیا میں ملنے والی نعمتوں اور جنت میں ملنے والی نعمتوں میں فرق کو سمجھنا چاہیے۔ باب 7 الاعراف، آیت 43:

’’اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے‘‘۔

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ایک مسلمان جنت کا وارث ہوگا، یعنی انہیں اس کی ملکیت بطور تحفہ دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جنت میں جو چاہیں کرنے میں آزاد ہوں گے کیونکہ انہیں اس کی ملکیت دی جائے گی۔ جبکہ اس مادی دنیا میں نعمتیں لوگوں کو بطور تحفہ نہیں بلکہ قرض کے طور پر عطا کی گئی ہیں۔ تحفہ ملکیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ قرض کا مطلب ہے کہ نعمت کو اس کے حقیقی مالک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جانا چاہیے۔ اس مادی دنیا کی نعمتیں جو لوگوں کو قرض کے طور پر دی گئی ہیں ان کو واپس کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال ان طریقوں سے کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت حقیقی شکر ہے اور دونوں جہانوں میں برکتوں اور رحمتوں میں اضافے کا باعث ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

‘‘...اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا’’

دنیاوی نعمتیں جو قرض کے طور پر لوگوں کو عطا کی گئی ہیں ان کو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی مرضی سے یا زبردستی واپس کرنا چاہیے۔ اگر خوشی سے لوٹا دیا جائے تو ان کو بہت زیادہ اجر ملے گا لیکن اگر زبردستی لوٹا دیا جائے جیسا کہ ان کی موت سے، تو یہ نعمتیں ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بوجھ بن جائیں گی۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تحفہ اور قرض کے درمیان فرق کو سمجھیں تاکہ وہ اس مادی دنیا میں نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیں۔

باب 2 البقرہ، آیت 261:

’’ مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں‘‘۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیے اچھی نیت کی ضرورت ہے۔ نیت اسلام کی باطنی بنیاد ہے جس طرح حلال کمانا اور استعمال کرنا اسلام کی ظاہری بنیاد ہے۔ ثواب حاصل کرنے کے لیے ان دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے اشارہ کیا گیا ہے، لہٰذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کریں۔ کسی اور وجہ سے عمل کرنے والے کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے ۔ نیک نیت کی ایک مثبت علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے کسی معاوضے یا شکرگزاری کی امید نہ رکھے۔

اس کے علاوہ، انسان کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ دولت، کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق استعمال کرنا چاہیے، تاکہ دونوں جہانوں میں ثواب، برکت اور ذہنی سکون حاصل کیا جا سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 261:

"جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں۔"

یہ جاننا ضروری ہے کہ جس طرح ایک پودا آہستہ آہستہ اگتا ہے، اسی طرح انسان کا اجر وثواب ان تک اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت کے مطابق پہنچتا ہے، نہ کہ اس کے اپنے ٹائم ٹیبل کے مطابق۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو اچھے اعمال انجام دیتے ہیں وہ فوری واپسی کی توقع رکھتے ہیں، جو کہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نظام الاوقات کے مطابق لوگوں کو انعام اور برکت دیتا ہے، جو ان کے لیے دونوں جہانوں میں بہترین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کوشش کا ایک حصہ یہ ہے کہ اچھے کام کرتے وقت صبر کیا جائے اور فوری برکات اور اجر کی امید نہ رکھی جائے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

تمام اسلامی تعلیمات میں اعمال صالحہ کرنے کے لیے اجر کی مختلف مقداروں کا اعلان کیا گیا ہے۔ بعض تعلیمات میں دس گنا ثواب کی تلقین کی جاتی ہے، بعض میں سات سو گنا اور بعض میں ایسا ثواب جو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 261:

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات ‘‘بالیاں اگتی ہیں۔ ہر بال میں سو دانے ہیں۔ اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے)اپنا اجر (بڑھا دیتا ہے۔

یہ مختلف اجر کسی کے اخلاص پر منحصر ہے۔ انسان جتنا زیادہ مخلص ہوگا اسے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جتنا زیادہ نیک عمل کریں گے اتنا ہی ان کو اجر ملے گا۔ مثال کے طور پر جو شخص کسی حلال دنیوی نعمت کی خواہش کیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اسے اس شخص سے زیادہ اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اور حلال دنیاوی نعمت کا طالب ہے۔ اس کے علاوہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، مثلاً مال، ان چیزوں پر جن کا براہ راست ذکر قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں کیا گیا ہے، جتنا زیادہ استعمال کرے، اس سے اس کے ثواب میں بھی اضافہ ہو سکتا ہے، جیسے کہ یتیموں اور بیواؤں پر مال خرچ کرنا۔

اس لیے انسان کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ نیک نیت اپنائیں، حتی الامکان مخلص ہونے کی کوشش کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نیت، قول و فعل سے پوری طرح واقف ہے اور اس کے مطابق ان کی تلافی کرے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 261:

‘‘اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔’’

جس طرح ایک کاشتکار جو فصل کاتا ہے اسے اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کی مسلسل دیکھ بھال کرنی چاہیے، اسی طرح نیک عمل کرنے والے کو دونوں جہانوں میں ثواب حاصل کرنے کے لیے اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 262:

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد جو خرچ کیا ہے اسے یاد دلانے یا ”
“]دوسرے [نقصان پہنچانے کے بعد ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔

دوسروں کو ان احسانات کی یاد دلانے سے گریز کرنا چاہیے جو انھوں نے کیے ہیں۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کا واضح ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ، ایک شخص کو ان اچھی چیزوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو اس نے دوسروں کے ساتھ کیے ہیں، خاص طور پر دوسروں کے سامنے انھیں ناراض کرنے، شرمندہ کرنے یا شرمندہ کرنے کے لیے۔ ایسا کرنا فخر کی علامت ہے، کیونکہ اس شخص کو یقین ہے کہ وہ اس سے برتر ہو گئے ہیں جس کی انہوں نے مدد کی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی نعمتیں ہیں، جیسے کہ مال، اللہ تعالیٰ نے انہیں بطور قرض عطا کیا ہے نہ کہ تحفہ کے طور پر۔ قرض اس کے مالک کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرض ان کو دیا گیا ہے اسے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال اس کی رضا کے لیے ہو۔ لہٰذا ضرورت مندوں کی مدد کرنے والا صرف وہی قرض ادا کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر قرض ہے۔ جب کوئی اس کو یاد کرے گا تو یہ اسے اس طرح برتاؤ کرنے سے روک دے گا جیسے وہ اللہ تعالیٰ یا کسی ضرورت مند پر احسان کر رہے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی نعمتوں سے نوازا اور ضرورت مندوں کی مدد کرکے ان گنت انعامات حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ ضرورت مند شخص نے عطیہ دہندگان کی مدد کو قبول کرکے ایک احسان کیا ہے۔ اگر ہر ضرورت مند دوسروں کی امداد کو ٹھکرا دے تو اللہ کی تعلیمات میں بیان کردہ اجر کیسے ملے گا؟ ان نکات کو یاد رکھنا غلط نیت اور رویہ اختیار کر کے اپنے ثواب کو برباد کرنے سے روک دے گا۔

جو شخص صحیح رویہ اختیار کرتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون نصیب ہوگا۔ باب 2 البقرہ، آیت 262:

’’ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد جو خرچ کرتے ہیں اس کی نصیحت یا تکلیف نہیں دیتے ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

ذہنی سکون صرف اسی طریقے سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ وہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے کامل ضابطہ حیات فراہم کرے تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ، وہ اکیلا ہی ایک شخص کو سکھا سکتا ہے کہ کس طرح اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح جگہ پر رکھنا ہے اور آخرت میں ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کرنا ہے۔ یہ تمام چیزیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لوگ خواہ کتنا ہی علم حاصل کر لیں، وہ کبھی بھی ایسا ضابطہ اخلاق وضع نہیں کر پائیں گے جو علم کی کمی، دور اندیشی اور تعصب کی وجہ سے ذہنی سکون کا باعث بنے۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے خواہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لئے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں اور سخت خوراک کا منصوبہ بنایا جاتا ہے۔ جس طرح یہ مریض اچھی جسمانی صحت حاصل کرے گا، وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ اگرچہ، زیادہ تر معاملات میں، مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد

کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

’’کہہ دو یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو میری پیروی کرتے ہیں...‘‘

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے‘‘۔’’

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

باب 2 البقرہ، آیت 262:

‘‘اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔’ ’

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کو اس دنیا میں تناؤ اور مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ یہ ناگزیر ہے اور اس دنیا میں رہنے کے امتحان کا حصہ ہے۔ اس آیت سے مراد ذہنی سکون عطا کیا جانا ہے تاکہ انسان اس دنیا میں جن پریشانیوں، پریشانیوں اور پریشانیوں سے دوچار نہ ہو جائے۔ اس کے نتیجے میں، وہ ہر حال میں کامیابی سے سفر کریں گے، خواہ آسانی کا وقت ہو یا مشکل، ذہنی سکون کے ساتھ اور دونوں جہانوں میں بے شمار انعامات حاصل کرتے ہوئے
:باب 39 از زمر، آیت 10

مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا]یعنی حد[۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اور اپنی زندگی میں موجود چیزوں اور لوگوں کو غلط جگہ دیتا ہے تو وہ ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ہر مشکل صورتحال پر قابو پا لیں گے، جس کے نتیجے میں ان کے تناؤ اور اضطراب میں اضافہ ہوتا جائے گا جب تک کہ وہ ذہنی صحت کے مسائل، جیسے ڈپریشن، مادوں کی لت اور خودکشی کے رجحانات میں مزید گہرائی میں نہ جائیں، چاہے وہ تفریحی لمحات کا تجربہ کریں۔
:باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور]پھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:باب 20 طہٰ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "
قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ
میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا
دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ایسی حقیقت بیان کرتا ہے جسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔
:باب 2 البقرہ، آیت 263

"خوش کلامی اور عفو و درگزر اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے "

ایک شخص کے لیے یہ بہت بہتر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اچھی بات کے ذریعے دوسرے کی مدد کرنے سے عذر کرے، پھر ان کی مخلصانہ مدد کرے جس سے وہ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کرنے کے بجائے ان سے کسی قسم کے شکرگزاری یا معاوضے کی امید رکھے۔ کسی شخص کو کبھی بھی کسی سے مدد مانگنے والے کے ساتھ بدتمیزی سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ اگر وہ دوسروں کی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں تو انہیں اپنے آپ کو مہربان طریقے سے معاف کرنا چاہئے اور کم از کم ضرورت مند کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جب تک وہ صبر کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح ان کی مدد کرے گا۔ دوسرے کو نرمی سے یہ نصیحت کرنے کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ، کوئی ضرورت مند شخص کو کسی اور یا کسی ایسی تنظیم کو بھی ہدایت دے سکتا ہے جو ان کی مدد کرنے کے قابل ہو۔ اس طریقے سے برتاؤ کرنا ایک نیک عمل ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی دوسرے طریقوں سے کسی کی مدد نہیں کرسکتا ہے، جیسے کہ مالی امداد۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، یہ جاننا ضروری ہے کہ جب کوئی دوسرے کی مدد کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ یا کسی ضرورت مند پر احسان نہیں کر رہا ہوتا، وہ صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچا رہا ہوتا ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 15:

جو کوئی نیکی کرتا ہے وہ اپنے لیے ہے۔ اور جو کوئی برائی کرتا ہے وہ اس کے خلاف ہے]یعنی "
‘‘روح[۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ بالکل بے نیاز اور مخلوق سے بے نیاز ہے اور ضرورت مند کی کسی دوسرے ذریعے سے مدد کرے گا اگر کوئی شخص اس موقع کو استعمال کرنے میں ناکام ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا ہے کہ وہ اس ضرورت مند کی مدد کر کے ثواب حاصل کر سکے، اگر وہ ایسا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 263:

اور اللہ بے نیاز ہے‘‘۔’’

اور باب 11 ہود، آیت 6:

اور زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں ہے کہ اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ اس کے رہنے کی "
"جگہ اور ذخیرہ کرنے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک کھلی کتاب میں ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 263:

"اور اللہ بے نیاز ہے۔ اور بردباری

جس شخص سے مدد طلب کی جاتی ہے اور ضرورت مند دونوں کے لیے تحمل کو اپنانا ضروری ہے۔ جس شخص سے مدد طلب کی جائے اسے چاہیے کہ وہ اللہ کے لیے اپنی وسعت کے مطابق دوسروں کی مدد کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس یقین کے ساتھ کہ وہ ان کے خرچ سے کہیں زیادہ بہتر معاوضہ دے گا۔ باب 34 سبا، آیت 39:

’’کہہ دو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور اس کے لیے محدود کر دیتا ہے، لیکن تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔‘‘

اگر وہ کسی دوسرے کی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، تو انہیں کسی ضرورت مند کے ساتھ بردباری کا مظاہرہ کرنا چاہئے جو ان کی مدد نہ کرنے پر ان پر مسلسل تنقید کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، لوگوں کو نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی ان پر کسی ضرورت مند کی مدد کرنے میں ناکامی پر تنقید کرتا ہے، تو انہیں صبر سے رہنا چاہیے اور سختی سے جواب نہیں دینا چاہیے۔

باب 2 البقرہ، آیت 263:

"اور اللہ بے نیاز ہے۔ اور بردباری

ضرورت مند کو چاہیے کہ وہ اپنی مشکل کے وقت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوئے کہ ان کا کردار یہ ہے کہ وہ جو وسائل عطا کیے گئے ہیں، جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت، کسی بھی مشکل کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق حل کرنے کے لیے اور پھر صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راحت کا انتظار کرنا ہے۔ باب 94 اشرح، آیت 6:

‘‘بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہوگی۔’’

اس کے علاوہ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

ان چیزوں کو یاد رکھنے سے مشکل کے وقت تحمل کا مظاہرہ کرنے میں مدد ملے گی۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر مومنین کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے جڑی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت

میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال میں صحیح نیت اختیار کریں، خاص طور پر جب وہ دوسروں کی مدد کر رہے ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 264:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو جیسا کہ وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسروں کے احسانات کی یاد دلانا یا کسی بھی طرح سے نقصان پہنچانا، جیسے کہ انہیں شرمندہ کرنا، اس بات کی واضح نشانیاں ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کوئی عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ جو نیک کام لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے وہ بالکل اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اور قیامت کے دن ان کے اجر پر ایمان نہیں رکھتا۔ نتیجتاً، یہ شخص صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کام کرتا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی اور مقصد نہیں ہوتا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، یا قیامت کی تیاری کرنا۔ لہٰذا، ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے نیک کام کرنے کے رویہ سے گریز کرے، کیونکہ یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یا قیامت کے دن ان کی جوابدہی پر یقین نہیں رکھتے، خواہ وہ زبانی طور پر کوئی اور دعویٰ ہی کیوں نہ کریں۔ یعنی جس کا رویہ درست ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرے گا اور روزِ حشر کے حساب کتاب کے لیے عملی طور پر تیاری کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بری نیت کو اپنانے کے نقصان پر زور دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264:

"... اس کی مثال ایک [بڑے] ہموار پتھر کی سی ہے جس پر غبار ہے اور اس پر موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس سے وہ ننگا رہ جاتا ہے۔ وہ اپنی کمائی میں سے کچھ بھی [اپنے پاس رکھنے] سے قاصر ہیں..."

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کوئی بری نیت اختیار کی، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور وجہ سے کوئی اچھا کام کرنا شامل ہے، اس کی محنت اور اجر ضائع ہو جائے گا اور اس کے لیے دونوں جہانوں میں کچھ بھی نہیں بچے گا۔ نتیجے کے طور پر، یہ شخص اس دنیا میں عطا کردہ وسائل سے لطف اندوز نہیں ہو گا اور نہ ہی اسے اپنی بری نیت کی وجہ سے صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے کوئی اجر ملے گا۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ شخص ان وسائل کو دوسرے حلال طریقوں سے استعمال کرنے سے بہتر تھا جو ان کے لیے خوشنما تھے اور پھر انہیں اچھی چیزوں پر استعمال کرتے تھے، جیسے خیرات، بری نیت سے۔ اس کے علاوہ، لوگوں کو خوش کرنے کے ان کے برے ارادے کے نتیجے میں، اللہ تعالیٰ آخرکار ان کی بے حسی کو دوسروں پر ظاہر کر دے گا جس کی وجہ سے لوگ ان کی عزت اور محبت کھو دیں گے۔ اور برے ارادے سے جو بھی نیکی کرتے ہیں وہ بھی لوگ آسانی سے بھول جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں زیادہ دیر تک بے راہ روی کو زندہ نہیں رہنے دیتا۔ اگر تاریخ پر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس نے لوگوں کے مخلصانہ اعمال کو کس طرح زندہ رکھا، جب کہ لوگوں کے مخلصانہ اعمال کو جلد ہی فراموش کر دیا گیا، چاہے وہ بڑے کام ہی کیوں نہ ہوں، جیسے کہ ہسپتال بنانا۔ اور جیسا کہ لوگ عام طور پر ناشکرے ہوتے ہیں، وہ اس شخص کی کوششوں کی صحیح معنوں میں تعریف نہیں کریں گے جو انہیں خوش کرنے کے لیے اچھے کام کرتا ہے۔ اس سے انسان صرف تلخ اور اداس ہو جائے گا۔ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے مزید روک دے گا۔ لہٰذا بری نیت اختیار کرنے سے انسان کی توانائی، وقت، وسائل اور دونوں جہانوں میں اجر و ثواب ضائع ہوتا ہے۔

باب 18 الکہف، آیات 103-104:

’’ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں بتادیں جو ان کے اعمال ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔‘‘

جیسا کہ آیت 264 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص بری نیت اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن ان کی جواب دہی پر حقیقتاً ایمان نہیں رکھتا اور اس کے نتیجے میں اس شخص کو اس

دنیا میں پیش آنے والے ہر حال میں ذہنی سکون کی رہنمائی نہیں کی جائے گی۔ باب 2 البقرہ، آیت 264:

''اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ اس شخص کے لیے تنبیہ ہے جو اچھے کام کرتے وقت بری نیت اختیار کرتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اچھے اعمال سے ہونی چاہیے جس کی بنیاد نیک نیتوں پر ہو۔ جس طرح ایک پودا جو پانی جیسی پرورش حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، مر جائے گا، اسی طرح جو شخص اپنے ایمان کی پرورش اچھے اعمال سے نہ کر سکے، اس کی بنیاد نیک نیتوں پر ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس نعمت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کے فائدے کی وضاحت کرتا ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، صحیح نیت کے ساتھ، جو اسے راضی کرنا ہے اور قیامت کے دن کے لیے مناسب تیاری کرنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 265:

''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضامندی اور یقین دلانے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔''

اپنے آپ کو یقین دلانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب یہ شخص صحیح نیت اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھتا ہے اور قیامت کے دن ان کی جوابدہی کرتا ہے۔ یعنی صحیح نیت اختیار کرنا ان کے پختہ ایمان کی علامت ہے۔ لہٰذا ایمان کا یقین حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ ان کی نیت، قول اور فعل کو ہر وقت درست کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ایمان کا یقین اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلام کے واضح دلائل کو سیکھے اور ان پر عمل کرے جو

قرآن پاک میں مذکور ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہوں گے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف جاتا ہے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 97 النحل، آیت:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت صرف غلط نیت کو اپنانے اور عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گی۔ یہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف جاتا ہے اور انسان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دینے کا سبب بنتا ہے۔ یہ بدلے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 265:

" اور ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضامندی اور اپنے آپ کو یقینی بنانے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہے جس پر موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو اس کا پھل دوگنا ہوتا ہے۔ اور اگر یہ موسلا دھار بارش کی زد میں نہ آئے تو پھر بوندا باندی [کافی ہے]۔‘‘

اس آیت میں جس دوہرے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ اجر، رحمت اور ذہنی سکون ہے جو دونوں جہانوں میں اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ صحیح نیت کے ساتھ صحیح طریقے سے کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، جس کی نیت جتنی زیادہ خلوص ہو گی، اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ مثال کے طور پر جو شخص کسی حلال دنیوی نعمت کی خواہش کیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اسے اس شخص سے زیادہ اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتا ہے اور حلال دنیاوی نعمت کا طالب ہے۔

آیات کا یہ مجموعہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہوتا ہے جو لوگوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جیسے ہی وہ ان کی نیتوں اور اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے، وہ انہیں دونوں جہانوں میں اس کے مطابق معاوضہ دے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 265:

‘‘اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔’’

اس لیے ہر وقت اپنی نیت، قول اور فعل کو درست کرنا چاہیے، ورنہ ان کی محنت، وقت اور اجر دونوں جہانوں میں ضائع ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیات کی تعلیمات کا خلاصہ ایک تمثیل کے ساتھ کیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 266:

"کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کھجور کے درختوں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں جس میں اس کے پاس ہر قسم کا پھل ہو۔ لیکن وہ بڑھاپے میں مبتلا ہے اور اس کی اولاد کمزور ہے اور وہ آگ کے بھنور کی زد میں آکر جل کر خاک ہو گیا ہے۔’’

اس تمثیل کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب کوئی خلوص نیت سے کام کرتا ہے تو اس کی تمام کوششیں، دنیاوی کامیابیاں، وسائل اور اجر ضائع ہو جاتے ہیں اور ضرورت کے وقت، مثلاً دنیاوی آیات مصیبت، موت کے وقت، قبر میں یا روزِ حشر میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ باب 18 الکہف، 103-104:

’’ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں بتادیں جو ان کے اعمال ہیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔‘‘

اور باب 25 الفرقان، آیت 23:

"اور ہم ان کے اعمال کے قریب پہنچ جائیں گے اور انہیں پراگندہ خاک بنا دیں گے۔"

باب 2 البقرہ، آیت 266:

" کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ کھجور کے درختوں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں جس میں اس کے پاس ہر قسم کا پھل ہو۔ لیکن وہ بڑھاپے میں مبتلا ہے اور اس کی اولاد کمزور ہے اور وہ آگ کے بھنور کی زد میں آکر جل کر خاک ہو گیا ہے۔‘‘

جیسا کہ اہم آیات اسلام کی تعلیمات کے مطابق دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کر سکیں، یہ تمثیل اس شخص کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے جو ان نعمتوں کو فضول اور گناہ کے کاموں پر استعمال کرتا ہے اور اس کا یہ رویہ اسے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دینے کا باعث بنتا ہے اور وہ یومِ جمعہ کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ ان کے اس رویے کے نتیجے میں، ان کی زندگی کی ہر چیز، جیسے ان کے رشتہ دار، ان کے لیے تناؤ، اضطراب اور پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں، کیونکہ ان کی زندگی میں ان کا غلط استعمال اور غلط استعمال ہوا ہے۔ یہ شخص اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، خواہ اس کے پاس بہت سی دنیاوی چیزیں ہوں، جیسے کہ دولت۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور ان کی ضرورت کے وقت، جیسے کہ کسی دنیاوی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کا کوئی بھی سامان انہیں وہ جذباتی سہارا نہیں دیتا جس کی انہیں مشکل پر قابو پانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب وہ اپنے احتساب کے لیے آخرت تک پہنچیں گے، جیسا کہ انہوں نے عملی طور پر اس کے لیے تیاری نہیں کی تھی، تو وہ اسی طرح خالی ہاتھ رہ جائیں گے، جس طرح تمثیل کے بوڑھے آدمی نے کہا تھا۔

لہٰذا، کسی کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، ان نتائج سے بچنا چاہیے تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں اور عملی طور پر آخرت میں اپنے جوابدہی کی تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ لیکن جیسا کہ آیت 266 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، صرف وہی لوگ ان سے مستفید ہوں گے جو کھلے ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں۔

جبکہ جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں یا قرآن پاک کو ایسی زبان میں پڑھتے ہیں جس کی وہ سمجھ نہیں پاتے ہیں وہ اس کی تعلیمات اور اسباق سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے کیونکہ وہ اس کی تعلیمات پر غور نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی انہیں اپنی زندگیوں میں لاگو کر سکیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 266:

‘‘اسی طرح اللہ تمہارے لیے آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ ’’

باب 2 – البقره، آیات 267-274

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِۖ وَلَا
تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ وَلَسۡتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغۡمِضُواْ فِيهِۚ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ
حَمِيدٌ ٢٦٧

ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلٗاۗ
وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ٢٦٨

يُؤۡتِي ٱلۡحِكۡمَةَ مَن يَشَآءُۚ وَمَن يُؤۡتَ ٱلۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ أُوتِيَ خَيۡرٗا كَثِيرٗاۗ وَمَا
يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ ٢٦٩

وَمَآ أَنفَقۡتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوۡ نَذَرۡتُم مِّن نَّذۡرٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُهُۥۗ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ
أَنصَارٍ ٢٧٠

إِن تُبۡدُواْ ٱلصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِيَۖ وَإِن تُخۡفُوهَا وَتُؤۡتُوهَا ٱلۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۚ
وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمۡۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ ٢٧١
۞ لَّيۡسَ عَلَيۡكَ هُدَىٰهُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۗ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ
فَلِأَنفُسِكُمۡۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبۡتِغَآءَ وَجۡهِ ٱللَّهِۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ يُوَفَّ
إِلَيۡكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ ٢٧٢

لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِى
ٱلْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ٱلْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَٰهُمْ لَا
يَسْـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾
ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

اے ایمان والو خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور جو کچھ ہم نے تمہارے '' لیے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اور اس میں سے عیب دار کی طرف متوجہ نہ ہو،]اس میں سے [خرچ کرو جبکہ تم اسے بند آنکھوں کے بغیر نہیں لیتے۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔

شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً بہت زیادہ بھلائی دی گئی۔ اور عقل والوں کے سوا کوئی یاد نہیں کرے گا۔

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں؛ لیکن اگر تم ان کو چھپا کر غریبوں کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور وہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں دور کر دے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

ان کی ہدایت کی ذمہ داری تم پر نہیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم)مومنوں (خرچ کرتے ہو وہ تمہارے لیے ہے، اور تم اللہ کی رضا کے لیے خرچ نہیں کرتے۔ اور تم جو مال خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

]صدقہ [ان غریبوں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، جو زمین میں چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ ایک جاہل]شخص [ان کی تحمل کی وجہ سے انہیں خود کفیل سمجھے گا، لیکن آپ انہیں

ان کی]خصوصیت [نشانی سے پہچانیں گے۔ وہ لوگوں سے مسلسل]یا بالکل بھی [نہیں پوچھتے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

جو لوگ اپنا مال رات اور دن چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ ‘‘اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 267:

"اے ایمان والو خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔"

جب ایک مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، تو اس کے پاس موجود نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدقہ دینا آسان ہو جاتا ہے۔ جو شخص یہ رویہ اختیار کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ محض ایک قرض واپس کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا تھا۔ باب 2 البقرہ، آیت 254:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

یہ رویہ کسی کو فخر کے ذریعے اپنے خیراتی کام کو برباد کرنے سے بھی بچاتا ہے۔ فخر ایک شخص کو یہ یقین دلاتا ہے کہ وہ صدقہ دے کر اللہ، بزرگ اور ضرورت مندوں پر احسان کر رہے ہیں۔ لیکن جس طرح سے کوئی شخص بنک کا قرض بغیر فخر کے واپس کرتا ہے مسلمانوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے صدقہ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قرض کی ادائیگی کا ایک طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ ضرورت مند اپنا صدقہ لے کر عطیہ کرنے والوں پر احسان کر رہے ہیں۔

ضرورت مند ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں اور ان کے بغیر یہ ناممکن ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ ان کی دولت ان کی ذہانت اور قوت سے جمع ہوئی ہے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ لہٰذا اس قرض کو دولت جیسی نعمتوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جانا چاہیے، ورنہ ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو دنیا میں شروع ہو کر آخرت تک جاری رہے گا۔

جب کوئی صدقہ کرتا ہے تو اس کا لین دین کسی مسکین سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص نیت سے کاروبار کرتا ہے تو وہ ایک ناقابل تصور نفع کا یقین رکھ سکتا ہے جو اس کو دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گا۔ زیر بحث اہم آیات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 245:

‘‘کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟’’

اللہ تعالیٰ پھر ایک خاص مثال کے ذریعے ایک عالمگیر اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 267:

’’ اور اس میں سے عیب دار کی طرف متوجہ نہ ہو،]اس میں سے [خرچ کرتے ہوئے جب کہ تم اسے بند آنکھوں کے بغیر نہیں لیتے۔‘‘

اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں، ایک شخص کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ خود چاہتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود حدیث کے مطابق دراصل مومن کی یہی تعریف ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اسلامی

تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرے گا، جس میں مالی، جذباتی اور جسمانی مدد جیسے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرنا بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آیت 267 کے اختتام پر لوگوں کو یہ یاد دلاتے ہوئے کہ جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، جیسے کہ دوسروں کی مدد کرنا، صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے نیاز ہے اور کسی ضرورت مند کی کسی دوسرے ذریعے سے آسانی سے مدد کر سکتا ہے اگر کوئی شخص اجر کمانے کے موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اسے ضرورت مندوں کی مدد سے دیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 267:

اور جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے‘‘۔’’

سورۃ 45 الجاثیہ، آیت 15 اور:

جو کوئی نیکی کرتا ہے وہ اپنے لیے ہے۔ اور جو کوئی برائی کرتا ہے وہ اس کے خلاف ہے]یعنی " ‘‘روح[۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ایک اچھا کام کرنے کا الہام، موقع، علم اور صلاحیت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے اچھے کام کرتے وقت کسی کو اپنی تعریف نہیں کرنی چاہیے، جیسے کہ دوسروں کی مدد کرنا، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر پوری توجہ مرکوز کرے، جس نے انہیں نیکی کرنے کی توفیق بخشی تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ثواب اور ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 267:

‘‘اور جان لو کہ اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔ ’’

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ شیطان کے اوزاروں سے متاثر نہ ہوں، جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے کچھ پہلوؤں سے، ان نعمتوں کا غلط استعمال نہ کریں جو انہیں خوف کی وجہ سے عطا کی گئی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 268:

"...شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے"

یہ غربت بہت سی مختلف شکلیں لے سکتی ہے، جیسے کہ مالی طور پر غریب ہونا۔ ایک شخص سماجی طور پر غریب ہونے سے ڈر سکتا ہے۔ ان کی زندگی میں لوگوں کے درمیان غیر مقبول ہونے کا خوف، جیسے کہ اسکول کے طلباء اور کام کے ساتھی، انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ ایک شخص جذباتی غربت سے ڈر سکتا ہے، جس سے وہ ڈرتا ہے کہ اگر وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں تو وہ اپنی خواہشات کی تکمیل سے محروم ہو جائیں گے، جس کے نتیجے میں وہ خوشی اور ذہنی سکون سے محروم ہو جائیں گے۔ ان اور دیگر اندیشوں کے نتیجے میں، ایک شخص کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے جو اسے دی گئی ہیں جو اسے فضول اور گناہ کی چیزوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 268:

"...شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے"

لیکن انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، وہ ان تمام خوفوں کے منفی اثرات سے انسان کو اس وقت تک بچا سکتا ہے اور رکھے گا جب تک کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کا فرمانبردار رہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 268:

"شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے..."

ایک چیز جو ان تمام خوفوں اور ان کے منفی اثرات پر قابو پا سکتی ہے وہ ہے ذہنی سکون۔ جبکہ ذہنی سکون کی کمی انسان کو خوف زدہ زندگی گزارنے کا سبب بنے گی، چاہے وہ اپنی تمام خواہشات کو پورا کرے۔ جو شخص ان مختلف قسم کی غربت کے خوف میں جی رہا ہے، وہ درحقیقت زندہ نہیں ہے، چاہے ایسا ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے ان خوف اور ان کے منفی نتائج سے خود کو بچانے کے لیے ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اور ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انسان ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے گا اور آخرت میں اپنے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ سکے گا۔ یہ سب ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک شخص پہلے زیر بحث خوف اور ان کے منفی نتائج سے محفوظ رہے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 268:

"شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے..."

لہٰذا ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کا مشورہ محدود علم، تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچ سکے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 268:

''اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔''

یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ اگرچہ، زیادہ تر معاملات میں، مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

’’ کہہ دو یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو میری پیروی کرتے ہیں…‘‘

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

’’اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے‘‘۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

باب 2 البقرہ، آیت 268:

" شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے..."

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنے اور خواہش مندانہ سوچ کے درمیان بھی فرق کرتی ہے۔ خواہش مندانہ سوچ وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے اور اس سے رحمت،

بخشش اور عنایات کی امید رکھتا ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ یہ شخص شیطان کی اطاعت کر رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی امید اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اس کی اطاعت میں کوشش کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اور پھر اس کی رحمت سے امید رکھتا ہے۔ اس طرز عمل میں کامل ہونا اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی شرط نہیں ہے۔ لیکن جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انسان کو سچے مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی دل سے توبہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔

باب 2 البقرہ، آیت 269:

”وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً بہت زیادہ بھلائی دی گئی“۔

حکمت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اپنے علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے تاکہ یہ دونوں جہانوں میں اسے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ زیادہ تر معاملات میں، علم بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا۔ علم اس وقت اچھائی کا ذریعہ بن سکتا ہے جب اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ جبکہ علم برائی کا ذریعہ بن سکتا ہے جب اس کا غلط استعمال کیا جائے۔ مثال کے طور پر، سائنسی علم کا صحیح استعمال کرنے سے ادویات اور دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جبکہ سائنسی علم جس کا غلط استعمال ہوتا ہے وہ ہتھیاروں اور دیگر خطرناک چیزوں کی تیاری کا باعث بنتا ہے۔ یہ حکمت ہی ہے جو کسی کو اپنے پاس موجود علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اور یہ حکمت اسلامی تعلیمات سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ انسان کو سکھاتی ہے کہ اسے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ اس کا علم، صحیح طریقے سے استعمال کرنا اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنا سکھاتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ لیکن جیسا کہ آیت 269 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، صرف وہی لوگ جو کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ اسلامی تعلیمات سے رجوع کرتے ہیں وہ اس کی

حکمتوں اور دونوں جہانوں میں لوگوں کو ذہنی سکون کی طرف رہنمائی کرنے کی صلاحیت کی تعریف کریں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 269:

‘‘اور کوئی یاد نہیں کرے گا سوائے سمجھ والوں کے۔’’

اللہ تبارک وتعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص بھول جائے کہ اس نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا صحیح استعمال کیا ہے یا اس طرز عمل کو معاشرہ تنقید کا نشانہ بناتا ہے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح واقف ہے اور اس کی تلافی کرے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 270:

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے‘‘۔’’

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے رویے اور تنقید سے پریشان نہ ہو بلکہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو اسے عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن جو لوگ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں وہ ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے، کیونکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کر پائیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی صحت کے مسائل کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کریں گے، جیسے ڈپریشن، مادہ کی لت اور خودکشی کے خیالات، یہاں تک کہ اگر وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کرتے ہیں، اور ان کا کوئی بھی دنیاوی مال یا رشتہ اس نتیجے کو روکنے کے قابل نہیں ہوگا۔ جب کوئی امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ انجام بالکل واضح ہوتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 270:

‘‘اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔’’

اور باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور]پھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے " قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 2 البقرہ، آیت 270:

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے‘‘۔’’

عام طور پر، ایک نذر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی خاص نیک کام کرنے کا وعدہ کرتا ہے اگر وہ کچھ حلال حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ اسلام میں حرام نہیں ہے، کم بھی نہیں، اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے کیونکہ انسان آسانی سے ایسی ذہنیت اختیار کر سکتا ہے جس سے وہ ایسا برتاؤ کر لے کہ گویا اس کے اچھے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیمتی ہیں، اور وہ صرف اس وقت کریں گے جب اسے دنیاوی چیزیں دی جائیں جو وہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور کسی سے کسی چیز کا محتاج نہیں۔ انسان کے اعمال سے صرف اس کو فائدہ پہنچتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ دوسرے لوگوں کو۔ باب 45 الجثیہ، آیت 15:

جو کوئی نیکی کرتا ہے وہ اپنے لیے ہے۔ اور جو کوئی برائی کرتا ہے وہ اس کے خلاف ہے]یعنی " ‘‘روح[۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ پھر عوامی اور نجی نیک کاموں کی اہمیت پر بات کرتا ہے، جیسے صدقہ۔ باب 2 البقرہ، آیت 271:

" اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں؛ لیکن اگر تم ان کو چھپا کر غریبوں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے...

دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نیک عمل کو قبول کرنے کے لیے نیک نیت کو اپنانا چاہیے جو کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو اور نیک عمل قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق کیا جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو راضی کرنے کے لیے کام کرے اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینے کے لیے عوامی نیک کام کیے جا سکتے ہیں۔ ایک شخص کو وہی اجر ملے گا جو ان کی حوصلہ افزائی پر عمل کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے - باب 4 النساء آیت 85:

" جو شخص کسی نیک مقصد کے لیے سفارش کرے گا اسے اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو کسی برے کام کے لیے سفارش کرے گا اس کو اس میں سے ایک حصہ]یعنی بوجھ [ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جو دوسروں کو کسی برے کام کی ترغیب دیتا ہے وہ وہی سزا پائے گا جو ان کے بُرے مشورے پر عمل کرنے والے کو ملے گا۔ اس لیے دوسروں کو صرف اچھے کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے۔

باب 2 البقرہ، آیت 271:

"...اگر آپ اپنے خیراتی اخراجات کو ظاہر کرتے ہیں، تو وہ اچھے ہیں"

لیکن جن لوگوں کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کی تشہیر کرکے اپنی نیت کو خراب کر دیں گے، انہیں چاہیے کہ ان کو حتی الامکان چھپائیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 271:

‘‘...لیکن اگر تم انہیں چھپا کر غریبوں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے’’

اس کے علاوہ جس صورت میں کوئی دوسرا احسان کر رہا ہو، جیسے کہ ان کی مالی مدد کرنا، تو بہتر ہے کہ ان کی نیکی کو چھپایا جائے، تاکہ ضرورت مند کو سرعام شرمندگی نہ ہو۔ عوامی شرمندگی ایک ضرورت مند شخص کو دوسرے کی مدد قبول کرنے سے انکار کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

کسی بھی صورت میں، ایک نیک نیت کو برقرار رکھنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کے اجر کو ضائع نہ کریں، جیسے کہ ضرورت مند کو اس احسان کی یاد دلانا جو انھوں نے ان پر کیا تھا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کی وجہ سے ان کے بعض گناہوں کو مٹا دے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 271:

‘‘...اور وہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں دور کردے گا’’

اور باب 11 ہود، آیت 114:

"بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔''

چھوٹے گناہوں کو اعمال صالحہ سے مٹایا جا سکتا ہے، جب کہ بڑے گناہوں کو مٹانے کے لیے سچی مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی توبہ کی ضرورت ہے۔ ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔

عام طور پر، اسلام میں گناہوں کو چھوٹے اور بڑے کے طور پر درجہ بندی کیا گیا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی تعریفیں اس بارے میں دی گئی ہیں کہ اصل میں بڑا گناہ کیا ہے۔ ایک سادہ درجہ بندی یہ ہے کہ جس بھی گناہ کی اسلام نے حکومت اسلامی کو سزا دینے کا حکم دیا ہے اسے ایک بڑا گناہ قرار دیا جاتا ہے۔ ایک اور درجہ بندی یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کا ذکر جہنم کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، یا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، تو وہ کبیرہ گناہ ہے۔ گناہوں کو چھوٹا کرنا یا ان پر قائم رہنا بھی انہیں کبیرہ گناہ بنا سکتا ہے۔ صحیح تعریف بنی نوع انسان پر نازل نہیں کی گئی تھی تاکہ وہ تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں اس خوف سے کہ یہ ایک بڑا گناہ ہوسکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اپنی نیت، قول اور فعل کو درست کرے تاکہ اسے دونوں جہانوں میں اجر وثواب حاصل ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 271:

‘‘اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔’’

باب 2 البقرہ، آیت 272:

ان کی ہدایت کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے‘‘۔’’

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع میں اپنے غیر مسلم رشتہ داروں یا ضرورت مند غیر مسلموں کی مدد کرنے سے کتراتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ صرف مسلمانوں کی مدد ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر و ثواب کا باعث بنے گی۔ اس کے علاوہ بعض کا خیال تھا کہ اگر وہ صرف مومنوں کو صدقہ دینے پر پابندی لگا دیں تو غیر مسلم بھی ایمان کی طرف مائل ہوں گے تاکہ وہ بھی صدقہ وصول کر سکیں۔ اس آیت نے ان کا رویہ درست کر دیا۔ اس آیت کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسلمان لوگوں پر صحیح رہنمائی کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اسلام کا پیغام لوگوں تک ان کے اعمال کے ذریعے پہنچانا ان پر واجب ہونے والی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ حق کی پیروی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ جو بھی حق کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا، اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں۔ جبکہ حق کو رد کرنے کا فیصلہ کرنے والے کو اپنے چنے ہوئے راستے پر چلنے کی اجازت دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبراً ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کو دنیا کے معاملات میں لوگوں کی مدد کرنے سے صرف اس لیے گریز نہیں کرنا چاہیے کہ وہ صحیح ہدایت پر عمل نہیں کر رہے۔ ضرورت مندوں کی جو بھی مدد وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں اجر دے گا۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 63 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 272:

اور جو کچھ بھی تم]مومنین [خرچ کرتے ہو وہ تمہارے لیے ہے، اور تم اللہ کی رضا کے لیے خرچ ’’ نہیں کرتے۔‘‘

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ انسان صرف اس وقت اپنے اوپر احسان کرتا ہے جب وہ اچھے کام کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اچھے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک ضرورت مند نے عطیہ دہندگان کی امداد قبول کر کے احسان کیا ہے۔ اگر ضرورت مند ان کی مدد قبول کرنے سے انکار کر دے تو عطیہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے اجر کیسے ملے گا؟ لہٰذا، ایک شخص کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ ہر نیک عمل جو وہ کرتا ہے وہ اس کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 272:

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے ’’ گا۔‘‘

یہ معاوضہ ذہنی سکون کے ساتھ ساتھ دیگر نعمتوں اور مواقع کی صورت میں آتا ہے، جیسے مالی مواقع، جن کا مقصد کسی شخص کے ذہنی سکون کو بڑھانا ہے، جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خود میں مشغول ہونے سے بچنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے تحت انسان صرف اپنے اور اپنے مسائل کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے اردگرد کے لوگوں پر توجہ دینے میں ناکام رہتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 273:

"]صدقہ [ان فقیروں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں، جو زمین میں چلنے پھرنے سے قاصر ہیں۔ ایک جاہل]شخص [ان کی تحمل کی وجہ سے انہیں خود کفیل سمجھے گا، لیکن آپ انہیں ان کی]خصوصیت [نشانی سے پہچانیں گے۔ وہ لوگوں سے مسلسل نہیں پوچھتے]یا بالکل بھی[..."

زیادہ تر ضرورت مند لوگ اشتہار نہیں دیتے اور نہ ہی دوسروں سے امداد کی بھیک مانگتے ہیں۔ لہٰذا، مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اپنی کمیونٹی کے ارکان سے واقفیت حاصل کریں تاکہ وہ ایک دوسرے کو ان مشکلات کے بارے میں آگاہ کر سکیں جن کا وہ سامنا کر رہے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں مدد کی ضرورت ہے۔ یہی ایک وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں مسجد میں فرض نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ مسلمانوں کو دوسروں سے جڑنے اور ان رابطوں کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنے کی اجازت دیتا ہے جو اپنی ضرورت کو واضح نہیں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ کنکشن ایک ضرورت مند شخص کو دوسرے کی طرف بھیجنے کی بھی اجازت دیتے ہیں جو ان کی مدد کے لیے بہتر پوزیشن میں ہوں۔ مثال کے طور پر، ملازمت کی تلاش میں کوئی شخص کمیونٹی کے کسی ایسے رکن سے منسلک ہو سکتا ہے جو ملازم کی تلاش میں ہے۔

اس کے علاوہ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ضرورت کے وقت ہی دوسروں سے مدد طلب کی جائے۔ ایک شخص کو سب سے پہلے ان تمام وسائل کو استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اسے عطا کیے گئے ہیں، جیسے کہ اس کی جسمانی طاقت، اس سے پہلے کہ وہ دوسروں سے مدد طلب کرے۔ دوسروں سے مدد مانگنے پر اڑے رہنا لوگوں پر زیادہ اور اللہ تعالیٰ پر کم انحصار کرنے کا سبب بنتا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، جو دوسروں سے مدد مانگنے پر اصرار کرتا ہے وہ اپنی عزت نفس اور وقار کو بھی کھو سکتا ہے، جو اکثر دوسرے گناہوں کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ دوبارہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ کسی شخص کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح واقف ہے اور اس کے مطابق ان کی تلافی کرے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 274:

‘‘اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔’’

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی نیت، قول و فعل کو درست کرے اور زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے کی کوشش کرے تاکہ اسے دونوں جہانوں میں سکون اور ثواب حاصل ہو۔ چونکہ اس نیکی میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق، کوئی بھی اپنے آپ کو نیکی کرنے سے عذر نہیں کر سکتا، کیونکہ ہر ایک کو کچھ دنیوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا خلاصہ بیان کرتا ہے کہ ایک شخص کو ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا چاہیے جو اسے عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ اس کا مال۔ باب 2 البقرہ، آیت 274:

’’ جو لوگ اپنا مال رات اور دن چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔‘‘

کسی کو یہ انتخاب نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کب کرے جو اسے عطا کی گئی ہیں اور اس کے بجائے اسے ہر صورت حال میں کرنا چاہیے۔ اسلام زندگی کا ایک طریقہ ہے اور اسے ہر ایک شخص کو درپیش حالات پر اثر انداز ہونا چاہیے۔ اسلام کو ہرگز اس کوٹ جیسا نہیں سمجھنا چاہیے جسے کسی کی خواہش کے مطابق پہنا اور اتارا جا سکے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ صرف اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43:

‘‘کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟’’

لہٰذا اس رویہ سے بچنا چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق، ہر حال میں، اپنے دنوں اور راتوں میں دی گئی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 274:

’’ جو لوگ اپنا مال رات اور دن چھپے اور ظاہر خرچ کرتے ہیں، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔‘‘

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کسی کی نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو اور اس کا قول و فعل قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو، وہ نیک اعمال کھلے عام کر سکتا ہے، دوسروں کی حوصلہ افزائی کے لیے، یا خفیہ طور پر، اپنی نیت کو خراب کرنے سے بچنے کے لیے۔ بہر حال ان کا اجر دونوں جہانوں میں ملے گا۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے بات کی گئی ہے، اس انعام کا ایک پہلو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی انمول نعمت کا حصول ہے۔ جب کوئی ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق، یہ اسے متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گی اور آخرت میں ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھنے میں مدد کرے گی۔ نتیجے کے طور پر، یہ شخص دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 274:

‘‘اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔’’

ایک شخص کو اس دنیا میں اب بھی تناؤ اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ یہ اس دنیا میں رہنے کے امتحان کا ایک حصہ ہے۔ لیکن ان کا ذہنی سکون ان مشکلات پر قابو پا لے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ثواب، برکت اور زیادہ ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں سمیت تمام چیزوں کو جانتا ہے، وہ اکیلا ہی ایسا کامل ضابطہ حیات فراہم کر سکتا ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہو۔ جبکہ معاشرے کی طرف سے فراہم کردہ ضابطہ اخلاق ان کے علم، تجربے کی کمی اور ان کے دانستہ اور غیر ارادی تعصبات کی وجہ سے کبھی بھی ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتا۔ لہٰذا، ایک سمجھدار مریض کے طور پر کام کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔

باب 2 - البقره، آیات 275-281

ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰا۟ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ذَٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ
فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا
خَٰلِدُونَ ٢٧٥

يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ٢٧٦

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٢٧٧

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ٢٧٨

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا
تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ٢٧٩

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ
٢٨٠

وَٱتَّقُوا۟ يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ٢٨١

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ وہ کھڑا ہو جسے شیطان نے ’’ دیوانہ وار مارا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سود کی طرح ہے۔ لیکن اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت حاصل ہو گئی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو ہو چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ لیکن جو لوگ)سود یا سود کی طرف (لوٹیں گے وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ ہر ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔

اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے]تمہارے خلاف [جنگ کی خبر دی جائے۔ لیکن اگر آپ توبہ کرتے ہیں تو آپ کو آپ کا پرنسپل مل سکتا ہے -]اس طرح [آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا اور نہ ہی آپ پر ظلم کیا گیا ہے۔

اور اگر کوئی تنگی میں ہے تو]قرض کو [آسانی کے وقت تک موخر کر دیا جائے۔ لیکن اگر تم)اپنے حق سے (صدقہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مالیاتی سود اس رقم کی نشاندہی کرتا ہے جو قرض دہندہ قرض لینے والے سے سود کی ایک مقررہ شرح پر وصول کرتا ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت سودی لین دین کی کئی صورتیں رائج تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ فروش نے ایک مضمون فروخت کیا اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک وقت کی حد مقرر کی، یہ شرط رکھی کہ اگر خریدار مقررہ مدت کے اندر ادائیگی کرنے میں ناکام رہا تو وہ وقت کی حد کو بڑھا دے گا لیکن مضمون کی قیمت میں اضافہ کر دے گا۔ دوسرا یہ تھا کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایک رقم ادھار دی اور یہ شرط رکھی کہ قرض لینے والے کو ایک مقررہ مدت کے اندر قرض کی رقم سے زائد رقم واپس کرنی چاہیے۔ سود کے لین دین کی ایک تیسری شکل یہ تھی کہ قرض لینے والے اور بیچنے والے نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سابقہ قرض ایک مقررہ حد کے اندر ایک مقررہ شرح سود پر ادا کرے گا، اور اگر وہ اس حد کے اندر ایسا کرنے میں ناکام رہے تو قرض دہندہ وقت کی حد بڑھا دے گا لیکن ساتھ ہی شرح سود میں بھی اضافہ کرے گا۔ یہ ایسے لین دین ہیں جن پر یہاں مذکور احکام لاگو ہوتے ہیں۔

جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں وہ حلال سرمایہ کاری اور مالی مفاد سے حاصل ہونے والے منافع میں فرق کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس الجھن کے نتیجے میں بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر کسی کاروبار میں لگائی گئی رقم سے منافع حلال ہے تو قرض سے حاصل ہونے والے منافع کو کیوں حرام قرار دیا جائے؟ وہ دلیل دیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی دولت کی سرمایہ کاری کرنے کے بجائے اسے کسی ایسے شخص کو قرض دیتا ہے جو بدلے میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایسے حالات میں قرض خواہ قرض خواہ کو منافع کا حصہ کیوں ادا نہ کرے؟ وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ کوئی بھی کاروباری منصوبہ خطرے سے محفوظ نہیں ہے۔ کوئی بھی منصوبہ منافع کی مطلق ضمانت نہیں رکھتا۔ لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ اکیلے فنانسر کو ہر حال میں ایک مقررہ شرح پر منافع کا حقدار سمجھا جائے اور اسے نقصان کے کسی بھی امکان سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ انصاف کا حصہ نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے وسائل وقف کرتے ہیں انہیں کسی بھی مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت نہیں دی جاتی جبکہ جو لوگ اپنی دولت کو قرض دیتے ہیں وہ نقصان کے تمام خطرات سے مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور ایک مقررہ شرح پر منافع کی ضمانت دی جاتی ہے۔

ایک عام حلال لین دین میں خریدار اس چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے جسے وہ بیچنے والے سے خریدتا ہے۔ بیچنے والے کو شے بنانے میں لگائی گئی محنت اور وقت کا معاوضہ ملتا ہے۔ دوسری طرف سود سے متعلق لین دین میں، فوائد کا تبادلہ منصفانہ طور پر نہیں ہوتا ہے۔ سود وصول کرنے والے فریق کو اپنے دیئے گئے قرض کی ادائیگی کے طور پر ایک مقررہ رقم ملتی ہے اور اس طرح ان کا

فائدہ محفوظ ہوجاتا ہے۔ دوسرا فریق قرضے میں دیے گئے فنڈز کا استعمال کر سکتا ہے لیکن یہ ہمیشہ منافع نہیں دے سکتا۔ اگر ایسا شخص ادھار کی رقم کسی ضرورت پر خرچ کرے تو کوئی نفع نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر فنڈز کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے تب بھی کسی کو نفع یا نقصان دونوں کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے سود سے متعلق لین دین ایک طرف نقصان اور دوسری طرف منافع یا ایک طرف یقینی اور مقررہ منافع اور دوسری طرف غیر یقینی منافع کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے حلال تجارت مالی سود کے برابر نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، سود کا بوجھ قرض لینے والوں کے لیے قرض کی واپسی کو انتہائی مشکل بنا دیتا ہے۔ اصل قرض اور سود کی ادائیگی کے لیے انہیں کسی اور ذریعے سے قرض بھی لینا پڑ سکتا ہے۔ سود کے کام کرنے کے طریقے کی وجہ سے ان پر واجب الادا رقم اکثر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ یہ مالی دباؤ لوگوں کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضروریات زندگی حاصل کرنے سے روک سکتا ہے۔ یہ تناؤ بہت سے جسمانی اور ذہنی مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔

بالآخر، اس قسم کے نظام میں صرف امیر ہی امیر تر ہوتے ہیں جبکہ غریب غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

اگرچہ مالی مفادات سے نمٹنا ظاہری طور پر ایسا لگتا ہے کہ کسی شخص کو دولت حاصل ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس سے ان کا مجموعی نقصان ہی ہوتا ہے۔ یہ نقصان کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ انہیں اچھے اور حلال کاروباری معاملات کو کھونے کا باعث بن سکتا ہے جو وہ حاصل کر سکتے تھے اگر وہ مالی مفاد سے نمٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے مال کو ایسے طریقوں سے استعمال کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جو ان کو پسند نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، ان کو جسمانی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی قیمتی غیر قانونی دولت کو اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ اس کو ان طریقوں سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو انہیں خوش کرتے ہیں۔ مجموعی نقصان کا ایک روحانی پہلو بھی ہے۔ وہ جتنا زیادہ مالی سود کا سودا کرتے ہیں ان کا لالچ اتنا ہی زیادہ معنی خیز ہوتا جاتا ہے، ان کی دنیاوی چیزوں کی حرص کبھی پوری نہیں ہوتی جو تعریف کے اعتبار سے انہیں غریب بنا دیتی ہے خواہ ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے

کیونکہ وہ اس فضل سے محروم رہیں گے جو حلال کاروبار اور دولت کے ساتھ ہے۔ یہ انہیں مالی مفاد اور دیگر ذرائع سے مزید غیر قانونی دولت حاصل کرنے کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ آخرت کا نقصان زیادہ واضح ہے۔ وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے جائیں گے کیونکہ کوئی نیک عمل جو حرام سے جڑا ہوا ہو مثلاً حرام مال سے صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتا۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ اس شخص کا قیامت کے دن کہاں تک پہنچنے کا امکان ہے۔

حلال کاروباری لین دین اور سود سے متعلق لین دین میں بہت فرق ہے۔ سابقہ معاشرہ میں فائدہ مند کردار ادا کرتا ہے جبکہ بعد والا اس کے زوال کا باعث بنتا ہے۔ اپنی فطرت کے مطابق مفاد لالچ، خود غرضی، بے حسی اور دوسروں کے ساتھ ظلم کو جنم دیتا ہے۔ یہ دولت کی عبادت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور اتحاد کو ختم کرتا ہے۔ اس طرح یہ معاشرے کو معاشی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے تباہ کر سکتا ہے۔

دوسری طرف صدقہ، سخاوت اور ہمدردی کا نتیجہ ہے۔ باہمی تعاون اور خیرسگالی سے معاشرہ مثبت طور پر ترقی کرے گا جس سے سب کو فائدہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسا معاشرہ ہو جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں خود غرض ہوں، جس میں امیروں کے مفادات عام لوگوں کے مفادات کے بالواسطہ مخالف ہوں تو وہ معاشرہ مستحکم بنیادوں پر قائم نہیں رہتا۔ ایسے معاشرے میں محبت اور ہمدردی کی بجائے باہمی رنجش اور تلخی بڑھنے لگتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب لوگ اپنی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری کریں گے اور پھر اپنی زائد دولت سے خیراتی طریقوں سے خرچ کریں گے یا باہمی طور پر حلال کاروبار میں حصہ لیں گے تو ایسے معاشرے میں تجارت، صنعت اور زراعت میں بہتری آئے گی۔ معاشرے کے اندر زندگی کا معیار بلند ہو گا اور اس میں پیداوار ان معاشروں کی نسبت بہت زیادہ ہو گی جہاں معاشی سرگرمیاں مالی مفاد کی وجہ سے محدود ہیں۔

باب 2 البقرہ، آیت 275:

" جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہو سکتے سوائے اس کے کہ جیسے وہ کھڑا ہو جسے شیطان پاگل پن میں مار رہا ہو۔"

یہ متنبہ کرتا ہے کہ دولت کے حصول کے غیر قانونی ذرائع جیسے کہ مالی مفاد سے نمٹنا کسی کو لالچی اور خود غرض ذہنیت اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس کے تحت وہ صرف زیادہ دولت کمانے کی فکر کرتا ہے خواہ اس کے ان پر اور دوسروں پر منفی اثرات کیوں نہ ہوں۔ یہ لوگ مالی سود کھاتے ہیں، جس طرح ایک لالچی شخص اس وقت کھانا کھاتا ہے جب وہ بہت زیادہ بھوکے ہوتے ہیں۔ وہ کسی بھی طریقے سے زیادہ دولت کمانے کے جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ عام معیار کے مطابق دیوانے لگتے ہیں۔ جو مسلمان اس ذہنیت کو اپنائیں گے وہ بلاشبہ اپنے ایمان کو تباہ کر دیں گے کیونکہ وہ اس کے خلاف کام کریں گے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ دولت اور قیادت کی حد سے زیادہ محبت اور خواہش مسلمان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے جو بکریوں کے ریوڑ پر دو بھوکے بھیڑیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ پاگل رویہ کسی کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، چاہے وہ بہت زیادہ دولت حاصل کر لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ رویہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کر پائیں گے اور وہ بلاشبہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ مزید دولت حاصل کرنے کا مستقل خیال اور جو بھی دولت حاصل کی ہے اسے کھونے کا مستقل خوف ان کے تناؤ، پریشانی اور پریشانی کو دونوں جہانوں میں ہی بڑھاتا ہے۔ کام کے انتہائی لمبے گھنٹے اور نیند اور آرام کی کمی چیزوں کو مزید خراب کرے گی۔ خواہ وہ کتنی ہی دولت اور دیگر دنیاوی چیزیں حاصل کر لیں، اس لیے انہیں کبھی بھی ذہنی سکون نہیں ملے گا۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جنہوں نے دولت کے حصول کے لیے شدید حرص کو اپنایا۔ لہٰذا، ایک مسلمان کو اپنی ذہنی اور جسمانی صحت کی خاطر ہر قسم کی ناجائز دولت، جیسے مالی سود سے بچنا چاہیے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ جس طرح انسان کی نیت اسلام کی باطنی بنیاد ہے اسی طرح حلال چیزوں کو کمانا اور استعمال کرنا بھی اسلام کی ظاہری بنیاد ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی خراب ہے تو وہ جو کچھ بھی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خراب اور رد ہو جائے گا، جیسے صدقہ دینا۔ کسی کے عقیدے کی بنیاد کو خراب کرنا گناہوں کے ارتکاب سے بدتر ہے جو اس کے ایمان کے دوسرے حصوں کو متاثر کرتے ہیں اور اس سے ہر قیمت پر بچنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ کوئی بہانہ بنانے سے گریز کریں کیونکہ وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ تجارت اور مالی مفاد میں فرق کرنے کا مسئلہ پہلے بھی زیر بحث آیا ہے لیکن اگر کوئی مسلمان اسلام کی بعض ممنوعات یا احکام کے پس پردہ حکمت کو نہ سمجھتا ہو تب بھی ان کا فرض ہے کہ وہ ان کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں بحیثیت مسلمان اسے یہ حق نہیں ہے کہ وہ کون سے احکام اور ممنوعات کو قبول کرے یا رد کرے۔ انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی چیز حلال ہے تو اس کا متوازن طریقے سے استعمال کرنا ان کے لیے قابل قبول اور اچھا ہے۔ اور جب کوئی چیز حرام ہو تو وہ بلا شبہ ان کے لیے نقصان دہ ہے، خواہ یہ ان کے لیے ظاہر نہ ہو۔ باب 7 الاعراف، آیت 157:

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، ان پڑھ نبی، جسے وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا " پاتے ہیں، جو انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے لیے اچھی باتوں کو حلال کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے بوجھ کو دور کرتا ہے۔ اور بیڑیاں جو ان پر تھیں...

اور باب 2 البقرہ، آیت 275:

یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں، "تجارت بھی سود کی طرح ہے۔ "لیکن اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔''

مزید برآں، یہ آیت دھوکہ دینے والے رویہ کے خلاف تنبیہ کرتی ہے جس کے تحت انسان حق کو دریافت کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے صرف بحث کے ذریعے اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔ مسئلہ مالیاتی مفاد کا ہے، تجارت کا نہیں، پھر بھی لوگ تجارت کو پہلے جگہ دیتے ہیں جب دونوں کا موازنہ کرتے ہیں تاکہ یہ ظاہر ہو کہ مالی سود کی ممانعت تجارت کی ممانعت کی طرح ہی بیہودہ ہے۔ جو لوگ صرف اپنی خواہشات کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ ایسی ذہنیت اپناتے ہیں جس کے تحت وہ انتہائی مثالوں کے ذریعے سچ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جو صدقہ دینے کی خواہش نہیں رکھتا ہے تو اسے کوئی دوسرا ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تو وہ دعویٰ کریں گے کہ انہیں اپنے تمام اثاثے دینے اور بے گھر ہونے کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔ وہ جان بوجھ کر سیاق و سباق سے ہٹ کر مشورہ لیتے ہیں تاکہ یہ مضحکہ خیز لگے۔ یا جب لوگوں کو اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے کردار کو بہتر بنائیں تو وہ دعویٰ کریں گے کہ وہ کامل نہیں ہوسکتے جیسا کہ مشیر کا مطالبہ ہے۔ اگرچہ مشیر نے کمال کا مطالبہ نہیں کیا ہے پھر بھی وہ شخص مشورے کو سیاق و سباق سے ہٹ کر اور اس حد تک لے جاتا ہے کہ یہ مضحکہ خیز لگتا ہے، کیونکہ وہ مشورے پر عمل نہیں کرنا چاہتے۔ اس رویہ سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں صحیح رہنمائی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی سچائی کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے۔ صحیح رہنمائی کے بغیر کوئی زندگی میں صحیح اور غلط راستوں میں فرق نہیں کر سکے گا۔ وہ مسلسل غلط انتخاب کریں گے جس کی وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں مزید تناؤ، پریشانی اور پریشانی کا باعث بنیں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 275:

’’پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت ملی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو کچھ ہو چکا ہے، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔‘‘

توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، عام طور پر، سچی شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی

ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسلام کے احکام و ممنوعات کو سیکھے اور ان پر عمل کرے، کیونکہ جہالت یا کسی اور عذر کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔ جس طرح ایک لائسنس یافتہ ڈرائیور سڑک کے اصول سیکھنے کا پابند ہے، اسی طرح مسلمان پر بھی واجب ہے کہ وہ اسلام کے احکام سیکھے اور ان پر عمل کرے، چاہے وہ انہیں سمجھے یا نہ سمجھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑے بڑے گناہوں جیسے مالی سود کا سودا کرنے کے بڑے خطرے سے خبردار کیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 275:

"... پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت ملی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو گزر چکا ہے، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ لیکن جو لوگ (سود یا سود کی طرف) لوٹیں گے وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

ایک مسلمان ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، چاہے وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اس میں داخل ہو۔ لہٰذا یہ آیت مسلمانوں کو خبردار کرتی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں پر اڑے رہنے سے بچیں ورنہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ اس لیے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اچھے اعمال سے ہونی چاہیے اور گناہوں سے محفوظ رہنا چاہیے۔ جس طرح ایک پودا جو پرورش نہ پاتا ہو یا نقصان دہ چیزوں سے محفوظ نہ ہو وہ مر جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی اس صورت میں مر سکتا ہے جب اسے اچھے اعمال سے پرورش نہ ملے یا گناہوں سے محفوظ نہ رکھا جائے۔ یہ تنبیہ اگلی آیت میں دہرائی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 276:

"اللہ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ ہر گنہگار کافر کو پسند نہیں کرتا۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ، صدقہ میں اضافہ اور مالی سود کو ختم کرنے کے بارے میں پہلے بھی بات ہو چکی ہے، لیکن خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ جو شخص اس طرح صدقہ کرے گا اس کو ان کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اسے دونوں جہانوں میں برکتوں اور رحمتوں میں اضافہ ہوگا۔ جبکہ حرام چیزوں کا سودا کرنے والا یہ پائے گا کہ اس کی زندگی میں ہر دنیاوی چیز اور انسان اس کے لیے تناؤ، پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اس شخص کی دولت میں اضافہ ہو جائے تو اس کی ذہنی تندرستی تباہ ہو جائے گی، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو اور خواہ وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کرے۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور]پھر [زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہٰذا ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا

منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کا مشورہ محدود علم، تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچ سکے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی اگرچہ، زیادہ تر معاملات میں، مریض اپنی تجویز نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

’’ کہہ دو یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو میری پیروی کرتے ہیں...‘‘

باب 2 البقرہ، آیت 275:

"... پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت ملی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو گزر چکا ہے، اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ لیکن جو لوگ (سود یا سود کی طرف) لوٹیں گے وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

یہ آیت اللہ تعالیٰ میں حقیقی امید اور خواہش مند سوچ کے درمیان بھی فرق کرتی ہے۔ خواہش مند سوچ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنا، دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید رکھنا شامل ہے۔ اسلام میں اس رویے کی کوئی اہمیت نہیں۔ جبکہ حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنا شامل ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنا اور پھر دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھنا شامل ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے ۔ اس لیے اس فرق کی قدر کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید اختیار کریں، اور خواہش مندانہ سوچ سے بچیں، کیونکہ اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو اپنی خاطر اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 277:

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

ایمان کے زبانی اعلان کو عملی جامہ پہنانا بہت ضروری ہے کیونکہ اچھے اعمال دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ایک ثبوت اور کرنسی کی ضرورت ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 275:

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے...‘‘

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جس کی پرورش اچھے اعمال سے کی جائے ورنہ وہ مر جائے گا، بالکل اسی طرح جس پودے کو سورج کی روشنی جیسی پرورش حاصل نہیں ہوتی وہ مر جائے گا۔ لہٰذا، اسلام پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے گمراہ کن رویہ سے بچنا چاہیے اور اس پر عملی طور پر عمل کرنے میں ناکام رہنا چاہیے۔ مسلمان کی تعریف ہی وہ ہے جس نے عملی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہو اور اس تعریف پر پورا اترنا چاہیے۔ عام طور پر دیکھا جائے تو اس عملی عرضداشت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو ایک کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس عمومی عرضداشت کا تذکرہ پھر مخصوص مثالوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 277:

’’اور نماز قائم کرو‘‘۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی مکمل شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ فرض نمازوں کا قیام قرآن پاک میں اکثر دہرایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا سب سے اہم عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ روزانہ کی نمازیں تمام پھیلی ہوئی ہیں، یہ روزِ قیامت کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور عملی طور پر اس کی تیاری کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر مرحلہ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی صحیح معنوں میں کھڑا ہوتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6:

"کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ ایک زبردست دن کے لیے جس دن بنی نوع انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48:

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عملی طور پر تسلیم نہ کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی نماز میں سجدہ کرتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اسے صحیح طریقے سے سجدہ نہیں کیا، جس میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی اطاعت شامل ہے، وہ قیامت کے دن ایسا نہیں کر سکیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

"جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔"

جب کوئی نماز میں گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آخری فیصلے سے ڈرتے ہوئے اس مقام پر بیٹھے ہوں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28:

"اور تم ہر قوم کو]خوف سے [گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے۔ ہر قوم کو اس کے نامہ اعمال میں بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب العنکبوت، آیت 45 29:

"...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے"

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 277:

اور زکوٰۃ دو"۔ "

واجب صدقہ کسی کی مجموعی آمدنی کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور صرف اس صورت میں دیا جاتا ہے جب کسی کے پاس ایک مقررہ رقم ہو۔ واجب صدقہ دینے کا ایک مقصد یہ ہے کہ یہ ایک مسلمان کو یاد دلائے کہ جو مال ان کے پاس ہے وہ ان کا نہیں ہے، ورنہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے میں آزاد ہوں گے۔ دولت ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کی ہے اور عطا کی ہے اس لیے اس کا استعمال اس کی رضا کے مطابق ہونا چاہیے۔ درحقیقت ہر نعمت صرف

ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو نہ سمجھے اور اس کے بدلے یہ برتاؤ کرے کہ گویا ان کو دی گئی نعمتیں، جیسے کہ ان کا مال، ان کا ہے اور اس لیے صدقہ فطر دینے سے باز رہے، اس کو ایسے ہی عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جس طرح دنیاوی قرض کی ادائیگی میں ناکام رہنے والے کو عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے قیامت کے دن ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو اسے مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

" اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا..."

اس دنیا میں جس دولت پر وہ واجب صدقہ دینے میں ناکام رہتے ہیں وہ ان کے تناؤ اور مصائب کا باعث بن جائے گا، کیونکہ وہ یہ یاد رکھنے میں ناکام رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کو عطا کردہ نعمتوں پر حق ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

وہ لوگ جو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو جسمانی اطاعت کے ذریعہ فراہم کرتے ہیں جب تک کہ وہ اچھی نیت کو اختیار کریں گے دونوں جہانوں میں اجر حاصل کریں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 277:

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی، ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔‘‘

نیک نیت وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرے۔ کسی اور وجہ سے عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں پائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے ۔ نیک نیت کی ایک مثبت علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے کسی معاوضے یا احسان کی امید نہ رکھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، جو لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور وہ ہر ایک کو اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں سمیت تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، وہ اکیلا ہی کامل ضابطہ حیات کی نصیحت کر سکتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو، بالکل اسی طرح جیسے ایک عقلمند مریض اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں اور سخت خوراک تجویز کی جاتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 277:

’’اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اس دنیا میں تناؤ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ یہ اس دنیا میں رہنے کے امتحان کا حصہ ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں درپیش ہر مشکل سے نمٹنے کی طاقت اور رہنمائی فراہم کی جائے گی تاکہ وہ دونوں جہانوں میں بے شمار انعامات اور ذہنی سکون حاصل کرتے ہوئے ان پر قابو پالیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص اسلامی تعلیمات کو رد کرتا ہے وہ یہ پائے گا کہ وہ ہر مشکل صورتحال سے مغلوب اور مغلوب ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ وقت گزرنے کے ساتھ ذہنی سکون سے دور ہو جائیں گے اور اس وجہ سے وہ تناؤ، اضطراب اور ذہنی عوارض سے بھری زندگی گزاریں گے، جیسے کہ ڈپریشن، مادے کی لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے رجحانات، چاہے انہیں تفریح کے لمحات کا سامنا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ

میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس سے پہلے کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہوں، جیسے مالی مفاد میں لین دین کو کفر سے جوڑ دیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 275:

اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ پس جس کو اس کے رب کی طرف لیکن سے نصیحت حاصل ہو گئی اور وہ باز آ جائے تو اس کے پاس جو ہو چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ لیکن جو لوگ)سود یا سود کی طرف (لوٹیں گے وہ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

پھر اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں پر استقامت سے بچنے کو ایمان کے ساتھ جوڑتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 278:

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر مومنین کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے جڑی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت

میں، کسی کے ایمان کا ثبوت کبیرہ گناہوں، جیسے مالی سود کا سودا کرنے سے بچنا ہے۔ اس لیے کبیرہ گناہوں پر قائم رہنا حقیقی عقیدہ کے خلاف ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس شخص کو ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر مر جائیں گے، جو ان کے لیے سب سے بڑا نقصان ہوگا۔ جس طرح ایک پودا اس وقت مر جاتا ہے جب اسے نقصان دہ چیزوں سے محفوظ نہ رکھا جائے، اسی طرح اگر انسان اسے دائمی گناہوں سے بچانے میں ناکام رہے تو اس کا ایمان بھی مر سکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کو، خصوصاً مسلمانوں کو، مالی سود کے معاملے پر اڑے رہنے کے نتائج سے خبردار کیا۔ باب 2 البقرہ، آیت 279:

"اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے [تمہارے خلاف [جنگ کی خبر دی جائے..."

جس کے پاس اللہ تعالیٰ ہے، وہ دنیا اور آخرت میں اس کی مخالفت کرنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ذہنی سکون حاصل کر سکتا ہے، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزیں حاصل کر لے، جیسے کہ مال۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، جیسے لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملے اور کس کو نہیں۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کس طرح دکھی زندگی گزارتے ہیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ، آپ کے انتقال کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شفاعت کرنے کے بجائے قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دینے کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ اس گواہی کا نتیجہ کیا نکلے گا اس کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89:

"اور اس دن کا ذکر کریں جب ہم ہر امت میں سے ان پر ان کی طرف سے (یعنی ان کے نبی (کو گواہ بنائیں گے۔ اور ہم آپ کو، [یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم [کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے..."

حسبِ معمول لوگوں کے لیے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، جب تک کہ وہ وقت ختم ہونے سے پہلے اس سے استفادہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 279:

"... لیکن اگر آپ توبہ کرتے ہیں، تو آپ کو آپ کا پرنسپل مل سکتا ہے -]اس طرح [آپ نے کوئی غلط کام نہیں کیا اور نہ ہی آپ پر ظلم کیا گیا ہے۔"

اور باب 4 النساء، آیات 17-18:

"]اللہ کی طرف سے قبول کی جانے والی توبہ صرف ان لوگوں کی ہے جو نادانی]یعنی لاپرواہی سے [برائی کر بیٹھیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ لیکن ان لوگوں کی توبہ]قبول نہیں [جو برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے یا ان لوگوں کی جو کفر کی حالت میں مر جائیں۔ ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔

چونکہ زیادہ تر لین دین جن میں مالی سود ہوتا ہے قرضوں سے جڑا ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ جن قرضوں میں مالی سود شامل نہیں ہے وہ حلال ہیں اور خاص طور پر جب نرمی کا مظاہرہ کیا جائے تو وہ اجر کا باعث بنتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 280:

اور اگر کوئی تنگی میں ہے تو آسانی کے وقت تک موخر کر دے‘‘۔ ’’

جب دوسرے لوگ مالی مشکلات کا شکار ہوں تو ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد کا باعث بنتا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

کاروباری معاملات کے دوران نرمی اور اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنا کسی کی کاروباری ساکھ کو بہتر بنائے گا، جس کے نتیجے میں اس کے کاروبار میں مدد ملے گی۔ پس کاروبار کے معاملات میں نرمی اختیار کرنے سے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں فائدہ ہوتا ہے۔ کاروبار کے معاملات میں نرمی کو اپنانے سے یہ بھی یقینی ہو گا کہ ایک مسلمان یہ سمجھے کہ ان کا کاروبار زندگی میں ان کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ آخرت کے لیے عملی طور پر تیاری کرتے ہوئے یہ دنیا میں سکون قلب حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ کاروبار کے معاملات میں نرمی نہ دکھانے والا لالچی ہو جائے گا۔ اور لالچ ہمیشہ انسان کی توجہ مادی دنیا کی کمائی اور ذخیرہ اندوزی پر مرکوز کرتا ہے۔ یہ ان کا حتمی مقصد اور زندگی میں پہلی ترجیح بن جاتا ہے۔ پھر یہ انہیں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے روکتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، جو انہیں اس دنیا یا آخرت میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکتی ہے۔ جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے اور اس وجہ سے مادی دنیا کو جمع کرنے پر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کو ترجیح دیتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قرض اتار کر ایک قدم آگے بڑھنے کی ترغیب دی جائے گی۔ ایسا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں راحت عطا فرمائے گا۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 280:

اور اگر کوئی تنگی میں ہے تو آسانی کے وقت تک موخر کر دیا جائے۔ لیکن اگر تم صدقہ کرو تو یہ " تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

عام طور پر دیکھا جائے تو یہ آیت بھی لوگوں سے اپنے مکمل حقوق مانگنے سے گریز کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگرچہ ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی دوسرے سے اپنے حقوق پوری طرح ادا کرنے کا مطالبہ کرے، لیکن نرمی کو ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں نوازے گا۔ اور یہ اجر اس سے بہتر ہو گا کہ وہ شخص دوسروں سے اپنا پورا حق مانگے۔ مثال کے طور پر، والدین کو اپنے بچوں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے اور جب بھی ممکن ہو نرمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر، والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بالغ بچے سے ان کے لیے رات کا کھانا بنانے کا مطالبہ کریں لیکن اگر وہ خود کر سکتے ہیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے بچے کو اس فرض سے فارغ کر دیں۔ یہ لوگوں سے آزادی کا باعث بنتا ہے اور دوسروں کے ساتھ ان کے واجب الادا حقوق کے سلسلے میں نرمی کا مظاہرہ کرنے کا بہت بڑا انعام ہوتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 280:

‘‘تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔’’

یہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ ہر صورت حال سے بہترین نتائج حاصل کر سکیں۔ جس طرح ایک شخص سرمایہ کاری سے سب سے زیادہ منافع کی خواہش رکھتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر صورت حال سے بہترین نتائج اور اجر کی خواہش کرے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کسی کے پاس اسلامی علم ہو جو اسے

سکھاتا ہے کہ کس طرح برتاؤ کرنا ہے تاکہ وہ بہترین نتائج حاصل کر سکے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت صرف ایسے فیصلے کرنے کا باعث بنے گی جس کے دونوں جہانوں میں بہترین نتائج برآمد نہیں ہوتے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ زیر بحث آیات پر صرف وہی شخص دھیان دے گا جو قیامت کے دن ان کی جوابدہی سے ڈرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 281:

’’اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا، یہ دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب پر کس قدر یقین رکھتے ہیں، یہ دیکھ کر کہ وہ مالی مفاد سے اجتناب جیسی اسلامی تعلیمات پر کس حد تک عمل پیرا ہیں۔ انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک کو دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس دنیا میں، یہ نتائج اکثر باریک ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ اپنی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ نہیں پاتے، ان پریشانیوں اور مشکلات سے جو ان کا سامنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو دنیاوی چیزیں حاصل ہوتی ہیں مثلاً مال و دولت ان کے لیے پریشانی، پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جائے گی، حالانکہ انہیں امید تھی کہ یہ دنیاوی چیزیں ان کے لیے سکون کا باعث بنیں گی۔ اپنی لاعلمی کی وجہ سے، وہ اپنی زندگی کے اندر موجود چند اچھی چیزوں کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے، جیسے کہ ان کی شریک حیات، جن ذہنی امراض کا سامنا کر رہے ہیں، جیسے کہ ڈپریشن۔ جب وہ ان چند چیزوں کو اپنی زندگی سے نکال دیں گے تو ان کے دماغی عارضے مزید بڑھیں گے اور انہیں خودکشی تک بھی دھکیل سکتا ہے۔ جبکہ آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج بہت واضح ہوں گے لیکن اس وقت تک سچے دل سے توبہ کرنے اور اپنے طرز عمل کو بدلنے میں بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ لہٰذا، اسلامی تعلیمات میں پائے جانے والے واضح ثبوتوں کا مطالعہ اور ان پر عمل کرنا چاہیے، جو یومِ جزا کے بارے میں بات کرتے ہیں، تاکہ اس پر اپنا ایمان مضبوط ہو۔ جس کا اس پر ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ عملی طور پر اس کے لیے تیاری کریں گے۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو ان کو عطا

کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 281:

’’ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قیامت کے دن جس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا، وہ اسی حالت کے مطابق ہوگا جس میں وہ فوت ہوا، اس کی نصیحت صحیح مسلم نمبر 7232 میں موجود حدیث میں آئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہوئے مرتا ہے، اسے دوبارہ زندہ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ جب کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نافرمانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اس بحث کی بنیاد پر کسی شخص کا نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ کسی کو اپنے آپ کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنانا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ سکتے ہیں، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، پھر بھی اطاعت کی حالت میں مرتے ہیں اور اسی طرح اطاعت کی حالت میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔

باب 2 البقرہ، آیت 281:

’’ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ زیر بحث اہم آیات دولت کمانے کے بارے میں تھیں، آیت 281، لوگوں کو یاد دلاتی ہے کہ انہیں نیک اعمال کمانے اور گناہوں سے بچنے کی زیادہ فکر کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ آیا انسان کو دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے یا نہیں۔ ہر کوئی اپنے عقیدے یا پس منظر سے قطع نظر ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے، چاہے وہ اسے مختلف جگہوں پر تلاش کرے۔ اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا تعلق بہت سی دنیاوی چیزوں کے حصول سے نہیں ہے، جیسے کہ دولت، یہ صرف اس بات سے منسلک ہے کہ آیا کوئی شخص ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے یا نہ کرے، جو اسلامی تعلیمات کے مطابق دی گئی ہیں۔ اس لیے مال کمانے یا دوسری دنیاوی چیزوں سے زیادہ نیک اعمال کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے بات کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا ہی کامل ضابطہ حیات فراہم کر سکتا ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہو۔ لوگ خواہ وہ کتنا ہی علم حاصل کر لیں، مکمل علم، تجربہ، دور اندیشی اور تعصب کی کمی کی وجہ سے یہ کبھی حاصل نہیں کر پاتے۔

باب 2 البقرہ، آیت 281:

اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا ” جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ قیامت کے دن عدل قائم ہو گا، انسان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں جبکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ دونوں جہانوں میں نجات حاصل کر لیں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے کہ فرض نمازیں ادا کرنا۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر ضرورت پڑی تو انصاف کے قائم ہونے تک ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ لے گا۔ اس کی وجہ سے ہو

سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 281:

اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ”

بہت سے علماء کے نزدیک یہ آخری آیت ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس کا تذکرہ تفسیر ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 83 میں کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو اس آیت کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان پر نازل ہونے والا آخری کلام ہے۔ اس نے بنی نوع انسان کو قیامت کے دن کی یاد دلانے اور اس کے لیے دیگر تمام چیزوں پر تیاری کرنے کا انتخاب کیا جس کے بارے میں وہ کہہ سکتا تھا۔ اس لیے کہ عملی طور پر روزِ حشر کی تیاری ہی اس دنیا کی زندگی کا مقصد ہے۔ جس طرح ورک ویزا والا شخص صرف اپنے ملک میں واپس لے جانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملک کا سفر کرتا ہے، اسی طرح اس دنیا میں ہر شخص ورک ویزا پر ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کر لیں تاکہ وہ قیامت کے دن ان کے احتساب کے لیے اپنے ساتھ لے جائیں۔ یہ نیکیاں تب حاصل ہوتی ہیں جب کوئی شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اضافی رحمت یہ ہے کہ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ روزِ حشر کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرے گا اور اس کو دنیا میں بھی ذہنی سکون ملے گا۔ لہٰذا کسی کو یہ خوف نہیں ہونا چاہیے کہ اگر وہ عملی طور پر روزِ قیامت کی

تیاری کر لیں تو وہ اس دنیا میں ذہنی سکون سے محروم ہو جائیں گے ۔ اس کے برعکس انہیں دونوں جہانوں میں سکون قلب نصیب ہوگا۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے وعدہ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن جس طرح ورک ویزا پر کام کرنے والے ملازم کو کسی دوسرے ملک میں کام کرنے کا مقصد پورا کرنے میں ناکامی پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا، جو کہ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کر کے اپنے وطن واپس لے جائے، اسی طرح وہ شخص جو اس دنیا میں نیکیاں جمع کرنے میں ناکام رہے گا۔ لیکن اس دنیا میں اپنے مقصد کو پورا کرنے میں ناکامی کی شدت پر منحصر ہے، ان کی تنقید میں جہنم کی سزا شامل ہو سکتی ہے۔

مزید برآں، جس طرح ایجاد جو اپنے بنیادی کام کو پورا کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے اسے ناکامی کا درجہ دیا جاتا ہے، اسی طرح وہ شخص جو اپنے مقصدِ تخلیق میں ناکام ہو جاتا ہے، جو کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے عملی طور پر تیاری کرنا ہے۔ جس طرح ناکام ایجاد کو ضائع کر دیا جاتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی ضائع ہو جائے گا جو اس دنیا میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکا۔ چونکہ قیامت کے دن صرف ایک ہی جگہ ہے جس میں ایک شخص کو ضائع کیا جائے گا، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس نتیجے سے بچنے کی کوشش کریں کہ وہ اس دنیا میں اپنے مقصد کو پورا کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جو انہیں دی گئی ہیں، تاکہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 281:

اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا ’’
جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

باب 2 - البقرہ، آیات 282-283

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُۚ وَلۡيَكۡتُب بَّيۡنَكُمۡ
كَاتِبُۢ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَلَا يَأۡبَ كَاتِبٌ أَن يَكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُۚ فَلۡيَكۡتُبۡ وَلۡيُمۡلِلِ ٱلَّذِي
عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ وَلۡيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـٔٗاۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِي عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ سَفِيهًا أَوۡ
ضَعِيفًا أَوۡ لَا يَسۡتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهُۥ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَٱسۡتَشۡهِدُواْ شَهِيدَيۡنِ مِن
رِّجَالِكُمۡۖ فَإِن لَّمۡ يَكُونَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٞ وَٱمۡرَأَتَانِ مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ
إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰۚ وَلَا يَأۡبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُواْۚ وَلَا تَسۡـَٔمُوٓاْ أَن تَكۡتُبُوهُ
صَغِيرًا أَوۡ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقۡوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَرۡتَابُوٓاْ إِلَّآ
أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةٗ تُدِيرُونَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَلَّا تَكۡتُبُوهَاۗ
وَأَشۡهِدُوٓاْ إِذَا تَبَايَعۡتُمۡۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٞ وَلَا شَهِيدٞۚ وَإِن تَفۡعَلُواْ فَإِنَّهُۥ فُسُوقُۢ بِكُمۡۗ
وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ ٢٨٢

۞ وَإِن كُنتُمۡ عَلَىٰ سَفَرٖ وَلَمۡ تَجِدُواْ كَاتِبٗا فَرِهَٰنٞ مَّقۡبُوضَةٞۖ فَإِنۡ أَمِنَ بَعۡضُكُم بَعۡضٗا فَلۡيُؤَدِّ
ٱلَّذِي ٱؤۡتُمِنَ أَمَٰنَتَهُۥ وَلۡيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥۗ وَلَا تَكۡتُمُواْ ٱلشَّهَٰدَةَۚ وَمَن يَكۡتُمۡهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٞ
قَلۡبُهُۥۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ عَلِيمٞ ٢٨٣

’’اے ایمان والو جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاہدہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ لہٰذا وہ لکھے اور جس پر واجب ہے]یعنی مقروض [لکھے۔ اور وہ اللہ سے ڈرے

جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ چھوڑے۔ لیکن اگر فرض کرنے والا محدود فہم یا ضعیف ہو یا خود حکم نہ دے سکے تو اس کا ولی عدل کے ساتھ حکم دے۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ لے آؤ۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ مانتے ہو - تاکہ اگر ان میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور اسے لکھنے میں تنگ نہ ہوں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی]مخصوص [مدت کے لیے۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ اور دلیل کے طور پر زیادہ مضبوط ہے اور آپ کے درمیان شکوک و شبہات کو روکنے کا زیادہ امکان ہے، سوائے اس صورت میں کہ جب یہ کوئی فوری لین دین ہو جسے آپ آپس میں کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ اسے نہ لکھیں تو آپ پر کوئی قصور نہیں۔ اور جب آپ معاہدہ کر لیں تو گواہ لے لو۔ نہ کسی کاتب کو نقصان پہنچے اور نہ کوئی گواہ۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تم میں]سنگین [نافرمانی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور اگر سفر پر ہو اور لکھنے والا نہ ملے تو امانت لے لینی چاہیے۔ اور اگر تم میں سے کوئی دوسرے پر امانت رکھے تو جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر مومنین کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے جڑی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ راست اور دیانتداری کے ساتھ حلال تجارتی لین دین میں حصہ لیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 282:

”اے ایمان والو جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاہدہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔“

پہلی بات یہ ہے کہ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ اسلام محض چند مذہبی رسومات نہیں ہیں جن کا انسان کی روزمرہ کی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے مسلمان جو کہ مذہبی عبادات مثلاً پانچ وقت کی فرض نمازیں ادا کرتے ہیں، اپنے روزمرہ کے کاموں جیسے کہ اپنے کاروباری معاملات میں اسلام کی تعلیمات کو نافذ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اسلام کوئی زرہ نہیں جسے کسی کی خواہشات اور حالات کے مطابق پہنا اور اتار دیا جائے۔ اسلام ایک طرز زندگی ہے جس کو ہر صورت حال اور روزمرہ کے کاموں میں نافذ کرنا چاہیے۔ جو اس طرز عمل میں ناکام رہتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دعویٰ کرے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43:

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

باب 2 البقرہ، آیت 282:

’’ اے ایمان والو جب تم کسی مقررہ مدت کے لیے قرض کا معاہدہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اور کوئی کاتب تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے...

اس سے یہ سمجھنے کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تمام علوم خواہ دینی ہوں یا دنیاوی، اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔ باب 96 العلق، آیات 3-5:

" پڑھو، اور تمہارا رب سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

لہٰذا مسلمان کو ایسی انتہا پسندانہ ذہنیت نہیں اختیار کرنی چاہیے جس کے تحت وہ دینی علم کو ترک کرتے ہوئے اپنی تمام تر کوششیں دنیاوی علم حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیں اور نہ ہی دنیاوی علم کو ترک کرتے ہوئے اپنی تمام تر کوششیں دینی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر دیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کے بجائے ایک متوازن رویہ اپنائے جس کے تحت وہ زندگی بھر دینی علم سیکھے اور اس پر عمل کرے اور مفید دنیوی علم سیکھے تاکہ وہ ایک اچھا حلال کام حاصل کر سکے جو ان کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں مددگار ہو۔ اس لیے انسان کو دنیاوی علم حاصل کرنے کے مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے، جیسا کہ مفت تعلیم، اور اسے یہ مان کر رد نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ جس نے اچھی دنیوی تعلیم حاصل کی جو ایک اچھی حلال ملازمت کی طرف لے جائے جس کے ذریعے وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریاں پوری کر سکیں اور دوسروں کی مدد کر سکیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر پائے گا۔ لیکن اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ دنیاوی علم حاصل کرنے کے سفر کے دوران وہ اسلام کی تعلیمات کا بھی مطالعہ کرتے رہیں، کیونکہ اسلامی علم انہیں اپنے دنیوی علم اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں مدد فراہم کرے گا تاکہ

وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 282:

اور ایک کاتب تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا " کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ لہٰذا وہ لکھے اور جس پر واجب ہے]یعنی مقروض [لکھے۔ اور اسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑے...

جیسا کہ پہلے زیر بحث آیا، اللہ تعالیٰ اکثر اپنے خوف کو دنیاوی معاملات، جیسے مالی لین دین سے جوڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے اس لیے قیامت کے دن ان سے ہر نیت، ہر بولے جانے والے قول اور ہر عمل کے لیے جوابدہ ہوں گے چاہے وہ دینی یا دنیاوی معاملات سے جڑے ہوں۔ لہٰذا اسے ذہن میں رکھنا چاہیے اور ہر صورت حال میں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔

باب 2 البقرہ، آیت 282:

لیکن اگر فرض کرنے والا محدود فہم یا کمزور یا اپنے آپ کو حکم دینے سے قاصر ہے تو اس کا ولی عدل کے ساتھ حکم دے۔ اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ لے آؤ۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہ مانتے ہو - تاکہ اگر ان میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری اسے یاد دلائے...

چونکہ زیادہ تر خواتین کاروباری لین دین میں حصہ نہیں لیتی تھیں اور اس لیے کاروباری معاہدوں سے ناواقف تھیں، اس لیے ایک مرد گواہ کی جگہ دو خواتین کو بطور گواہ لینے کا مشورہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ، چونکہ خواتین بنیادی طور پر اپنے گھروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں، ان کے پاس قانونی مقدمات میں حصہ لینے کے لیے بہت کم وقت ہوتا تھا۔ لہٰذا دو خواتین کو بطور گواہ لے کر، ان میں سے کوئی ایک قانونی مقدمہ میں گواہی دے سکتی ہے اگر ان دونوں کو بلایا جائے۔ اس لیے کسی شخص کو اسلام کی تعلیمات کی غلط تشریح نہیں کرنی چاہیے تاکہ یہ جھوٹا ثابت ہو کہ عورت کو مردوں سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ برتری کی حقیقت کو قرآن کریم کے ایک ہی بیان میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13:

’’ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے‘‘۔

برتری صرف اس بات میں ہے کہ انسان کتنے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت کرے گا، وہ اتنا ہی اعلیٰ ہے۔ کوئی دوسرا دنیاوی معیار جو لوگوں کو الگ کرتا ہے، جیسا کہ جنس، نسل یا سماجی حیثیت، اسلام کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن چونکہ لوگوں کی نیت اور کچھ اعمال پوشیدہ ہوتے ہیں کسی کو اپنی یا دوسروں پر برتری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32:

"... تو اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو۔ وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے"۔

باب 2 البقرہ، آیت 282:

’’اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں‘‘۔

عام طور پر، یہ دوسروں کی مدد کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے، کیونکہ ایک معاشرہ تبھی ترقی کرتا ہے جب اس کے ارکان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ لہٰذا، ایک دوسرے کو ان کے وسائل کے مطابق فعال طور پر مدد کرنی چاہیے، کیونکہ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت حاصل کرتے رہیں گے۔ اس کی نصیحت صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہے وہ ہر حال میں صحیح رہنمائی کرے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کرے۔

باب 2 البقرہ، آیت 282:

"... اور اسے لکھنے میں]زیادہ [نہ تھکیں، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی]مخصوص [مدت کے لیے۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ اور دلیل کے طور پر زیادہ مضبوط ہے اور آپ کے درمیان شکوک و شبہات کو روکنے کا زیادہ امکان ہے، سوائے اس صورت کے جب یہ فوری لین دین ہو جسے آپ آپس میں کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر آپ اسے نہ لکھیں تو آپ پر کوئی قصور نہیں۔ اور جب تم کوئی معاہدہ کرو تو گواہ لے لو..."

عام طور پر، لوگوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ واضح اور غیر مبہم انداز میں بات چیت کرنی چاہیے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 70:

‘‘اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور انصاف کی بات کہو۔’’

جیسا کہ اعمال کے بعد اکثر الفاظ ہوتے ہیں، جو اپنی بات میں سیدھا اور صاف ہے، وہ اپنے عمل میں بھی سیدھا اور صاف ہوگا۔ یہ دوسرے لوگوں کے کردار اور الفاظ کے بارے میں الجھنوں اور منفی مفروضوں سے بچتا ہے ۔ منفی گمان اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت اور غیبت۔ باب 49 الحجرات، آیت 12:

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے"

منفی مفروضے بھی رشتے ٹوٹنے کا باعث بنتے ہیں جو ایک مسلمان کو دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے۔ اس کا ایک خاندان اور پورے معاشرے پر برا اثر پڑتا ہے۔ لہذا، ایک شخص کو لوگوں کے ساتھ اپنے تمام تعاملات اور معاملات میں واضح اور کھلا ہونا چاہیے، چاہے وہ ذاتی حالات میں ہو یا مالی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ کاتب پر دباؤ نہ ڈالیں جو تجارتی معاہدہ مرتب کرتا ہے، جیسے وکیل، یا گواہ جو معاہدہ میں حصہ لیتا ہے اور جسے قانونی عدالت میں گواہی کے لیے بلایا جا سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 282:

"...] سنگین [کسی کاتب یا کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تم میں نافرمانی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو..."

فائدے، جیسے کہ دولت کی خاطر کاروباری سودے میں ملوث مختلف لوگوں سے مباشرت کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ ایک دنیاوی معاملہ ہے، اس سے بھی کم نہیں، معمول کے مطابق، اللہ تعالیٰ تمام معاملات، خواہ دینی ہو یا دنیاوی، اپنی اطاعت یا نافرمانی سے جوڑتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت سیدھا سیرت اختیار کرے۔ ہر انسان کو اپنے اعمال کے نتائج دنیا اور آخرت میں بھگتنا پڑتے ہیں۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو دنیوی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ان کے لیے تناؤ، پریشانی اور پریشانی کا باعث بنتی ہیں، خواہ انہیں تفریح کے لمحات ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جو لوگ سیاسی قیادت کے حصول کے لیے دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، وہ ہمیشہ خوفزدہ اور پاگل رہتے ہیں کہ کوئی انہیں ان کے اقتدار کے منصب سے ہٹا دے گا۔ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکتا ہے، چاہے وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کریں۔ اور آخرت میں عدل قائم ہو گا۔ اس میں یہ شامل ہے کہ ظالم اپنے نیک اعمال کو اپنے متاثرین کے حوالے کردے اور اگر ضروری ہو تو ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ اس وقت تک لے گا جب تک کہ انصاف قائم نہ ہوجائے۔ اس کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے ۔

کاروباری معاہدے میں شامل لوگوں کو نقصان پہنچانے میں انہیں رشوت کی پیشکش بھی شامل ہو سکتی ہے۔ چونکہ رشوت دینے یا لینے والے پر لعنت کی گئی ہے، اس لیے دوسروں کو رشوت دینا ان کو نقصان پہنچانے کا ایک پوشیدہ طریقہ ہے۔ جامع ترمذی نمبر 1337 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لعنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنا بالکل ناممکن ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 282:

‘‘اور اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔’’

یہ آیت لوگوں کو یاد دلانے کے ساتھ اختتام پذیر ہوتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنی چاہیے، جس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کی جا سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں جیسا علم رکھتا ہے تاکہ انسانوں کو کامل ضابطہ حیات عطا کیا جائے تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں اور قیامت کے دن کی مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے رکھ سکیں۔ اس کے علاوہ، یہ ضابطہ اخلاق اس بات کو یقینی بنائے گا کہ معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے کیونکہ یہ انصاف، انصاف اور مساوات پر مبنی ہے اور کسی بھی تعصب سے دور ہے، جو لوگوں کے بعض گروہوں کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے کہ امیر۔ اس لیے یہ ضابطہ اخلاق ایک فرد اور پورے معاشرے کے لیے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے جب تک کہ لوگ اس پر عمل پیرا رہیں۔ کوئی بھی انسان کا بنایا ہوا ضابطہ اخلاق علم، تجربے اور تعصب کی کمی کی وجہ سے کبھی بھی ان نتائج کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کے وسیع اور بے مثال فوائد کو پہچاننے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطہ اخلاق کے واضح دلائل اور شواہد کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اسلامی ضابطہ اخلاق کے پیچھے کچھ حکمتوں کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے یا اس کی خواہشات اس سے متصادم ہیں، تو انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لئے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عاقل مریض اچھی جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح اسلامی ضابطہ اخلاق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والا دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے گا۔

واضح رہے کہ آیت 282 قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے براہ راست جڑے ہوئے فرائض پر بحث نہیں کی گئی ہے، جیسے کہ نماز یا حج۔ اس کے بجائے، یہ دوسروں کے ساتھ صحیح طریقے سے سلوک کرنے کی اہمیت پر بحث کرتا ہے، خاص طور پر، کاروباری لین دین کے دوران۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہمیشہ ایمان کے دونوں حصوں کو پورا

کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے فرائض، اور لوگوں کے لیے فرائض۔ مؤخر الذکر دوسروں کے ساتھ سلوک کر کے پورا کیا جا سکتا ہے جس طرح سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سفر کے دوران کاروبار کرنے کے معاملے کا تذکرہ کیا ہے کہ کس طرح سیدھا سلوک کرنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 283:

"اور اگر تم سفر پر ہو اور لکھنے والا نہ مل سکے، تو امانت لے لینی چاہیے۔ اور اگر تم میں سے کوئی کسی کو امانت دے تو جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے..."

عام طور پر، کسی کی امانتوں میں خیانت کرنا منافقت کا ایک پہلو ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام امانتیں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی طرف سے ہیں۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کو پورا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ برکات کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں مزید برکتوں اور رحمتوں کا باعث بنتا ہے، کیونکہ یہ سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7:

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

لوگوں کے درمیان اعتماد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ جسے کسی دوسرے کے سپرد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ اس کا غلط استعمال نہ کرے اور مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ لوگوں کے درمیان سب سے بڑا اعتماد بات چیت کو خفیہ رکھنا ہے، جب تک کہ دوسروں کو مطلع کرنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اکثر اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی کو اپنی امانتیں پوری کرنی چاہئیں جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے درمیان اعتماد کو پورا کریں۔

اس کے علاوہ، ان ٹرسٹوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو کسی کی دیکھ بھال کے تحت ہوتے ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے ان امانتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ تمام امانتوں کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ باب 17 الاسراء، آیت 34:

اور]ہر [امانتیں پوری کرو۔ درحقیقت امانت ہمیشہ]جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا[۔..."

چونکہ کوئی شخص اس دنیا یا آخرت میں اپنی امانتوں میں خیانت کرنے کے نتائج سے نہیں بچ سکتا، اس لیے ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری استطاعت کے مطابق انہیں پورا کریں۔

باب 2 البقرہ، آیت 283:

" اور اگر تم سفر پر ہو اور لکھنے والا نہ مل سکے، تو امانت لے لینی چاہیے۔ اور اگر تم میں سے کوئی کسی کو امانت دے تو جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے...

پورے قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ نے اسلامی احکام کو اس سے ڈرنے اور ان قوانین کو توڑنے کے نتائج سے ڈرنے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ اس لیے کہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کے لیے ایک اچھا نظامِ قانون اور اللہ تعالیٰ کا خوف ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر ایک اچھا نظامِ قانون ہی کافی نہیں ہے، کیونکہ جن لوگوں کو یقین ہے کہ وہ حکومت کی جانب سے قانون شکنی کے لیے جوابدہ ہونے سے بچ سکتے ہیں، وہ جرائم کا ارتکاب کریں گے۔ اس کے علاوہ، ایک اچھے قانون کے نظام میں ہیرا پھیری کی جا سکتی ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کا خوف نہ کرے۔ دوسری طرف، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، کسی کو براہ راست دوسروں پر ظلم کرنے سے روکے گا لیکن ایک اچھے اور منصفانہ نظام کی عدم موجودگی میں، لوگوں پر حکومت کی طرف سے ظلم ہوگا۔ مثال کے طور پر، ٹیکس کا نظام ہمیشہ امیروں کو باقی معاشرے پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا، ایک اچھا نظامِ قانون، جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے، جیسا کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا خوف، معاشرے میں انصاف اور امن کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قانونی عدالتی مقدمات میں گواہی چھپانے کے خلاف خبردار کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 283:

اور گواہی کو نہ چھپاؤ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے‘‘۔’’

اس میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے، جس کے تحت کوئی جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ تنبیہ کے لیے یہی کافی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر چھیننے کے لیے اس طرح

کا برتاؤ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا، خواہ اس نے درخت کی ایک ٹہنی بھی لے لی ہو۔ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 283:

اور گواہی کو نہ چھپاؤ کیونکہ جو اسے چھپائے گا اس کا دل گناہ گار ہے‘‘۔’’

یہ آیت باطنی منفی خصوصیات جیسے لالچ کو ظاہری گناہوں سے بھی جوڑتی ہے۔ یہ کسی کے روحانی دل کو پاک کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے تاکہ یہ اچھے اور پاکیزہ اعمال کی طرف لے جائے۔ اس تزکیہ میں اسلامی تعلیمات کے اندر زیر بحث مثبت خصوصیات کو سیکھنا اور اپنانا شامل ہے، جیسے صبر، شکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف، اور اسلامی تعلیمات میں زیر بحث منفی خصوصیات جیسے لالچ، حسد اور غرور سے بچنا۔ ایسا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ایک پاکیزہ روحانی دل رکھنے والا اچھے اعمال کرے گا جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ جس کا روحانی دل ناپاک ہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے سے روک دے گا۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس پاک دل کے ساتھ ’’ آتا ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے روحانی دل کی حالت، ان کے ارادوں، قول و فعل کو جانتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ اس لیے اسلامی تعلیمات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے

اپنے روحانی قلب کی حالت کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیاری کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنے روحانی قلب کو پاک کر سکیں، جس کے نتیجے میں وہ نیک نیت، گفتار اور اعمال کا باعث بنتا ہے۔
باب 2 البقرہ، آیت 283:

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو‘‘۔ ’’

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ FREE English Books & Audiobooks / كتب عربية / اردو کتب/ Buku Melayu / বাংলা বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher / Livros Portugueses:

https://shaykhpod.com/books/

Backup Sites for eBooks: https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/
https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books
https://shaykhpod.weebly.com
https://archive.org/details/@shaykhpod

YouTube: https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: https://shaykhpod.com/

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز: www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks: https://shaykhpod.com/books/#audio
تصویریں: https://shaykhpod.com/pics
جنرل پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/general-podcasts
PodWoman: https://shaykhpod.com/podwoman
PodKid: https://shaykhpod.com/podkid
اردو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/cast
Podcasts: Live https://shaykhpod.com/live

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
http://shaykhpod.com/subscribe

eBooks/AudioBooks کے لیے بیک اپ سائٹ:
https://archive.org/details/@shaykhpod

Achieve Noble Character